

مَوْلَانَا اِسْمَاعِيْلُ

اور  
تعمیرِ ایمان

حضرت زید ابو الحسن فاروقی مجددی

قادی رضوی ٹمب خانہ لاہور



اِنَّهُ تَذَكُّرٌ ۝ فَمَنْ شَاءَ كَسَاهُ ۝

مَوْلَانَا اِسْمَاعِيل دہلوی

اور

”تَقْوِیۃُ الْاِیْمَانِ“

تالیف

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ

(فاضل جامعہ ازہر)

گنج بخش  
از دارالافتاء

قادر رضوی لکھنؤ



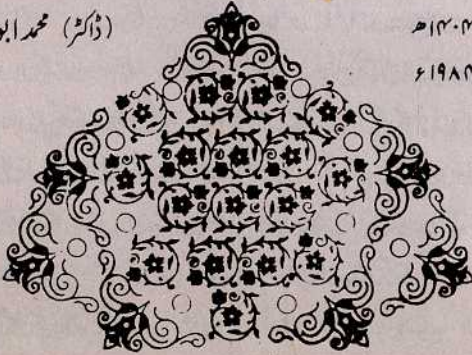
# اناریکھا

- حضرت والد ماجد شاہ ابوالحسن زید فاروقی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمَا کی یہ گرامی قدر تالیف ”مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان“ ایک تحقیقی اور علمی جائزہ ہے، جس کو ”حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی“ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔
- حضرت مؤلف مدظلہ کا تعلق ہندوستان کی کسی جماعت سے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے، آپ مستند قدیم کتبوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اس کا اظہار فرماتے ہیں۔ اس رسالہ میں حضرات ناظرین اس امر کو ملاحظہ فرمائیں گے۔
- یہ ادارہ دست بہ دُعا ہے کہ حضرت مؤلف مدظلہ العالی اپنی تالیف ”حضرت امام اعظم ابوحنیفہ“ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تکمیل فرمائیں تاکہ اکاڈمی اس کتاب کو ہدیہ ناظرین کرے۔

(ڈاکٹر) محمد ابوالفضل فاروقی

جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

۲۷ جنوری ۱۹۸۳ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

☆☆☆

نام کتاب ..... مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان

مصنف ..... مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی (فاضل جامعہ ازہر)

سائز ..... 23×36=16

بار ..... اوّل فروری ۲۰۰۵ء ۱۴۲۶ھ

صفحات ..... 120

تحریک ..... چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

ناشر ..... چوہدری عبدالجید قادری

قیمت ..... Rs 60 پے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

☆ مکتبہ جمال کرم مرکز الاولیس دربار مارکیٹ لاہور

☆ شبیر برادرز اردو بازار لاہور

☆ اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور

☆ روحانی پبلشرز گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور



## فہرست کتاب مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸	محمد بن عبد الوہاب کی تالیفات	۳	اداریہ
۱۹	۱۲۱۸ھ میں عبداللہ کا مکہ میں رسالہ تقسیم کرنا	۴	فہرست
۲۰	۱۲۲۱ھ میں محرم کو نجدی کا رسالہ مکہ پہنچا	۹	ابتدائیہ
۲۰	اسی دن علماء نے اس کا رد لکھا	۹	شیعان علی کی آمد ہند
۲۱	(۲) علامہ سلیمان کا رسالہ	۹	تقویۃ الایمان اور مذہبی اختلافات
۲۱	ارکان اسلام بحالانے والوں کی تکفیر	۱۰	مولانا شہداء اللہ امرتسری کا بیان
۲۲	غیر اللہ سے مانگنے اور قبر کو مسح کرنے والا	۱۰	محمد جعفر تھانیسری کا بیان
۲۲	مسلمان میں کفر و اسلام کا اجتماع	۱۱	حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ کی نصیحت
۲۳	وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ كَانَ بَيِّنًا	۱۱	اس رسالہ کی وجہ تالیف
۲۳	اہل اہواء کا اور سلف کا مسلک	۱۲	نواب صدیق حسن خاں کا مشغلہ
۲۴	اہل اہواء کے فرقے	۱۳	حکومت برٹش کی حمایت
۲۴	بِأَعْيَادِ اللَّهِ أَعْيُنِي	۱۴	تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات
۲۵	غائب سے اور میت سے مانگنے والا	۱۵	محمد بن عبد الوہاب کا مختصر حال
۲۵	امام احمد کا عمل	۱۵	(۱) نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے
۲۶	یہ امور امام احمد سے پہلے سے رائج ہیں	۱۵	علامہ حازمی کا بیان
۲۶	حدیث يَطْلُعُ قُرْآنُ الشَّيْطَانِ	۱۶	مسلمانوں کی تکفیر اور ان کا خون بہانا
۲۸	آپ کا مسلمانوں کو کافر قرار دینا	۱۶	امام عبداللہ نے ۱۲۱۸ھ میں "السيف الہندی" لکھی
۲۸	رسول اللہ کو قیامت تک کے واقعات کا علم ہے	۱۶	علامہ سید محمد بن اسماعیل کا قصیدہ اور اس کا رد لکھنا
۲۹	رسول اللہ کی اُمت بت پرستی نہ کرے گی	۱۶	وجہ الاسلام عبدالقادر کا بیان
۲۹	سرزمین عرب میں بتوں کی عبادت نہ ہوگی	۱۷	شیخ مرید کا بیان
۳۰	شیطان ناامید ہو گیا ہے	۱۷	علامہ سید محمد بن اسماعیل کا رسالہ "محو المحوہ"
۳۱	اسلام رفتہ رفتہ محو ہوگا	۱۸	علامہ ابن عابدین نے "رد المحتار" میں لکھا ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ موجب نجات ہے	۳۱	وہابی کی نسبت کا بیان
۳۲	کلمہ گو کو کافر کہنے والا	۳۲	غزالی کی نسبت کو ملاحظہ کریں
۳۲	(۳) علامہ ابن مرزوق کی کتاب	۳۳	نجد کی سرزمین اور قریں
۳۳	نجدی کا رد لکھنے والے ۳۶ علماء	۳۳	گچے خوشبو سے درختام روزے
۳۴	علامہ دیلمی کی تحریر	۳۴	لفظ سیدنا کے سلسلے میں ایک غلطی کی گستاخی
۳۵	فرے ہوئے بندوں سے طلب کرنی	۳۵	مولانا اسماعیل آدھلوی
۳۵	اُمت کے لئے مغفرت کی طلب	۳۵	ولادت، وفات، عمر، تحصیل علم
۳۶	(۴) جلاء القلوب کی عبارت	۳۶	شاہ ولی اللہ کا فضل و کمال
۳۶	(۵) فیض الباری کی عبارت	۳۶	شاہ ولی اللہ کی اولاد
۳۶	علماء اعلام کی تحریات کا خلاصہ	۳۶	مولانا اسماعیل کی تالیفات
۳۷	تحقیق کا نیا معیار	۳۷	"تقویۃ الایمان" میں تحریف ہے
۳۷	ڈاکٹر جمال صدیقی کا مقالہ	۳۷	"تذکیر الانحوان" مولانا اسماعیل کی نہیں ہے
۳۷	تاریخ نویسی میں مارکسی نقطہ نظر	۳۷	محمد سلطان غیر مقلد تھے
۳۸	محمد بن عبد الوہاب کے ایک معاون	۳۸	۱۲۳۰ھ میں علماء کرام کا جامع مسجد میں جلسہ
۳۸	محمد بن عبد الوہاب کے بلخی اقوال کی حقیقت	۳۸	مولانا رشید الدین خاں کے چارہ مسائل
۳۹	نجدی کا رسالہ جو مکہ مکرمہ ۱۲۲۱ھ کو پہنچا	۳۹	مولانا اسماعیل کے جوابات
۳۹	اس رسالہ کا مطالعہ کیا جائے	۳۹	"تقویۃ الایمان" محرف ہے
۳۹	رسول اللہ سے شفاعت طلب کرنی شرک الکریم ہے	۳۹	رفع یدین کا قصہ
۴۰	سابقہ لات بڑی، بھولاء اور لاحقون محمد علی علیہ السلام	۴۰	مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي
۴۰	محمد کی قبر کو سفر کرنا شرک اکبر ہے	۴۰	لڑ بھر کر خود ٹھیک ہو جائے گا
۴۱	علامہ حبیب الرحمن کشی کے واقعہ کو دیکھا جائے	۴۱	مولانا سید احمد رضا بجنوری کی تحریر
۴۱	عربی رسالہ تو سول شایان مطالعہ ہے	۴۱	تقویۃ الایمان کے متعلق پروفیسر شجاع الدین کا بیان
۴۱	اَللّٰهُمَّ عَلَيكَ اَكْمَلُ الشَّيْءِ کا بیان	۴۱	وائٹ ہاؤس لندن میں پادریوں کا بیان
۴۱	تحریفات کا ذکر	۴۱	غلام قادیان



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳	مولانا اسماعیل کی واعظی	۶۳	وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کا بیان
۵۳	شرک خفی کو شرک جلی لکھنا	۶۳	۳: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِكَ بِه
۵۳	أَنْتَ مُدَكَّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ	۶۴	تقویۃ الایمان میں شرک کبر اور شرک صغر کا بیان
۵۴	”تقویۃ الایمان“ کی حقیقت	۶۴	جو نجدی نے کہا مولانا اسماعیل نے کہہ دیا
۵۵	وہابی کا رسالہ	۶۵	شاہ عبدالعزیز کے ۱۸ شاگردوں کی تقویۃ نبوی
۵۶	وہابی کے رسالے ”تقویۃ الایمان“ کا مقابلہ	۶۵	۴: ہر مخلوق اللہ کی شان کے آگے چارے ذیل ہے
۵۷	دونوں رسالوں کی یک رنگی	۶۶	حضرات انبیاء کے واسطے ایسی کریمہ تمثیل
۵۷	دونوں رسالوں کے ابواب و فصول	۶۶	اولیاء و انبیاء بڑے بھائی ہوئے
۵۸	نجدی کی عبارت	۶۶	ازواج مطہرات کو اللہ نے اُنہات مؤمنین کہا ہے
۵۸	مولانا اسماعیل کی عبارت	۶۷	حضرت عکبہؓ میں ہیں انکے عہد میں فادام ہوں
۵۹	وہابی کا رسالہ ”تقویۃ الایمان“ گویا شرح	۶۷	حضرت علیؓ فرماتے ہیں: اِنِّیْ لَعَبْدٌ مِّنْ عَبْدِ مُحَمَّدٍ
۵۹	مولانا وحید الزمان نے لکھا ہے	۶۸	حضرت محمد ابو سعید مجددی کا شعر
۶۰	مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی کی ہے	۶۸	حضرات عالی قدر کا طریقہ
۶۰	تقویۃ الایمان کی چند عبارتوں پر تبصرہ	۶۸	اس وقت کے جاہل مسلمانوں کا یقین محکم تھا
۶۰	۱: وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ	۶۸	مولانا محمود الحسن کا بیان
۶۰	حضرت ابن عباس کا بیان	۶۹	انگریزوں نے صرف یہی ہیں ۲۷ ہزار مسلمانوں کی پھانسی
۶۰	حضرت ابن عمر کا قول	۷۰	لَا يَكْمُلُ الْإِنْسَانُ الْمَرْءَ کا بیان
۶۱	۲: اللہ و رسول کے کلام کا سمجھنا	۷۰	۵: ایک مکرم میں کروڑوں جبریل و محمد
۶۱	حضرت علیؓ کا ایک واعظ کو نکلوانا	۷۰	اللہ کا ارشاد اِنِّیْ نَشَأُکُمْ مِنْ هَبْکُمْ
۶۲	دین کا لفظ دس معانی سے استعمال ہوا ہے	۷۱	مولانا فضل حق کی تحقیق اینق
۶۲	حضرت فضیل کا قول	۷۱	اس وقت کے سترہ علماء اعلام کی تائید و تصویب
۶۲	حضرت عدی کا واقعہ	۷۱	۶: کسی کی قبر پر دُور سے سفر کر کے جانا
۶۲	شاہ عبدالقادر کا ارشاد	۷۱	ابن تیمہ اس قول کے پہلے قائل ہیں
۶۲	ابن مرزوق کا قول نجدی کے متعلق	۷۲	امام تقی الدین سبکی کی ”شفاء السقام“

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۰	علامہ ابن کثیر کی عبارت	۷۲	مفتی صدر الدین کا رسالہ ”منتہی المقال“
۸۰	مُسْلِم میں اللہ کا ایک نام ہے	۷۲	سید سمہودی کی ”وفاء الوفاء“
۸۰	مُسْلِم کا ذبیحہ حلال ہے	۷۲	حضرت عمرؓ کا کعب جبار سے کہنا: تَزُوْرُ قَابِ الرَّبِّیِّ
۸۱	یہی مسلک حضرت علیؓ ابن عباسؓ معین بن المسیبؓ کا ہے	۷۳	اللَّهُمَّ قَدْ لَقِیْ سَیِّدَکَ وَوَفَاةٌ فِیْ بَلَدِ نَبِیِّکَ
۸۱	علامہ ابن عابدینؓ کی عبارت	۷۳	حدیث زُوْرُوا الْقُبُوْر
۸۲	علامہ مکہ مکرمہ نے نجدی رسالہ کا رد لکھا	۷۳	ابن تیمیہ کے پروانوں کے نام
۸۲	ابو الحسن زبیدان کی تائید کرتا ہے	۷۳	سورج گہن کی نماز
۸۲	تقویۃ الایمان نجدی کی پیروی کا پہلا قدم ہے	۷۴	بُخَّارِی کی روایتوں میں تعارض
۸۳	جہاد	۷۴	قباہ میں قیام کی مدت
۸۳	امام برحق کا تقسّر	۷۵	عیون الاثر کی عبارت
۸۳	امامت کا مُسْکَر باغی مستحل الذم	۷۵	امام مالک اور رفع یدین کی روایت
۸۳	سیرت سید احمد شہید کی عبارت	۷۵	کِتَابُ الْفَقْهَةِ عَلَی الْإِمَامِ أَحْمَدِ الْإِسْمَاعِیْلِ
۸۴	یہ زوافض کا مسلک ہے یا خوارج کا	۷۶	مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ
۸۴	مولانا سندھی کی عبارت	۷۶	چاروں برحق امام قرون ثلاثہ میں تھے
۸۵	نجدی یعنی علمائے شاگردوں نے مشکلات پیدا کیں	۷۶	ابن مسعود کا ارشاد
۸۵	امام کو مہدی موعود قرار دیا	۷۷	۷: اَذْفَقْنَا أَهْلَ الْغَيْبِ اللَّهُ بِہِ
۸۵	میر محبوب علی کی کتاب	۷۷	نجدی کی عبارت اور مولوی اسماعیل کا ترجمہ
۸۶	جناب سید کی مجلس کا حال	۷۸	شاہ عبدالقادر کا ترجمہ
۸۷	جناب سید سے تنہائی میں بات	۷۸	ابن جریر طبری کی عبارت
۸۸	۱۲ جمادی الثانیہ ۱۲۳۲ھ کو امامت کا اعلان	۷۸	زنجبیری کی عبارت
۸۸	پہلے مسکین امامت کا قتل کرنا	۷۸	بیضاوی کی عبارت
۸۸	والی بلوچستان کو مکتوب	۷۹	قاضی ثناء اللہ کی عبارت
۸۸	نواب وزیر الدولہ کو مکتوب	۷۹	نواب صدیق حسن خاں کی عبارت
۸۹	سارے ہندوستان کے علماء اور شیخ و تلامذہ کی راہ	۷۹	فتاویٰ عالمگیری کی عبارت



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳	مولانا اسماعیل کی واعظی	۵۳	وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کابیان
۵۳	شُرک خفی کو شرک جلی لکھنا	۵۳	۳: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ
۵۳	أَنْتَ مُدَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ	۵۳	تقویۃ الایمان میں شرک کبر اور شرک کفر کا بیان
۵۴	”تقویۃ الایمان“ کی حقیقت	۵۴	جو نجدی نے کہا مولانا اسماعیل نے کہہ دیا
۵۵	وہابی کا رسالہ	۵۵	شاہ عبدالعزیز کے ۱۸ شاگردوں کی تقویتِ بیزاری
۵۶	وہابی کے رسالہ سے ”تقویۃ الایمان“ کا مقابلہ	۵۶	۴: ہر مخلوق اللہ کی شان کے آگے چارے ذیل ہے
۵۷	دونوں رسالوں کی یک رنگی	۵۷	حضرات انبیاء کے واسطے ایسی کریمہ تمثیل
۵۷	دونوں رسالوں کے ابواب و فصول	۵۷	اولیاء و انبیاء بڑے بھائی ہوئے
۵۸	نجدی کی عبارت	۵۸	ازواجِ مطہرات کو اللہ نے آفتابِ مومنین کہلے
۵۸	مولانا اسماعیل کی عبارت	۵۸	حضرت کہتے ہیں: میں ان کا عبد ہوں خادم ہوں
۵۹	وہابی کا رسالہ متن اور تقویۃ الایمان گویا شرح	۵۹	حضرت علی فرماتے ہیں: اِنِّیْ لَعَبْدٌ مِنْ عَبْدِ مُحَمَّدٍ
۵۹	مولانا وحید الزمان نے لکھا ہے	۵۹	حضرت محمد ابوسعید مجددی کا شعر
۶۰	مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی کی ہے	۶۰	حضرات عالی قدر کا طریقہ
۶۰	تقویۃ الایمان کی چند عبارتوں پر تبصرہ	۶۰	اس وقت کے جاہل مسلمانوں کا یقین حکم تھا
۶۰	۱: وَصَابُوا مِنْ أَكْثَرِ هُمٍّ	۶۰	مولانا محمود الحسن کا بیان
۶۰	حضرت ابن عباس کا بیان	۶۰	انگریزوں نے صرف ہلی ہی ۲۷ ہزار مسلمانوں کو چھانسی
۶۰	حضرت ابن عمر کا قول	۶۰	لَا يَكْمُلُ اِيْمَانُ النَّمْرَةِ كَابِيَان
۶۱	۲: اللہ و رسول کے کلام کا سمجھنا	۶۱	۵: ایک حکم میں کروڑوں جبریل و محمد
۶۱	حضرت علی کا ایک واعظ کو نکلوانا	۶۱	اللہ کا ارشاد اِنْ يَنْشَأْ مِنْكُمْ
۶۲	دین کا لفظ دس معانی سے استعمال ہوا	۶۲	مولانا فضل حق کی تحقیق اینق
۶۲	حضرت فضیل کا قول	۶۲	اس وقت کے ستروہ علماء اعلام کی تائید و تصویب
۶۲	حضرت عدی کا واقعہ	۶۲	۶: کسی کی قبر پر دُور سے سفر کر کے جانا
۶۲	شاہ عبدالقادر کا ارشاد	۶۲	ابن تیمہ اس قول کے پہلے قائل ہیں
۶۲	ابن مزدوق کا قول نجدی کے متعلق	۶۲	امام تقی الدین سبکی کی ”شفاء السقام“

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۰	علامہ ابن کثیر کی عبارت	۷۲	مفتی صدر الدین کا رسالہ ”منتہی المقال“
۸۰	مُسلِم میں اللہ کا ایک نام ہے	۷۲	سید سمہودی کی ”وفاء الوفاء“
۸۰	مُسلِم کا ذبیحہ حلال ہے	۷۲	حضرت عمر کا کتبِ احبار سے کہنا: تَزُوْرُ قَبْرِ النَّبِيِّ
۸۱	یہی مسلک حضرت علی ابن عباس سعید بن السیب کا ہے	۷۳	اَللّٰهُمَّ قَلِّدْنِيْ سَبِيْلَكَ وَوَقَّافَةً فِيْ بَلَدِكَ نَبِيَّكَ
۸۱	علامہ ابن عابدین کی عبارت	۷۳	حدیث زُوْرُوْا الْقُبُوْر
۸۲	علامہ مکرمہ نے نجدی رسالہ کا رد لکھا	۷۳	ابن تیمہ کے پروانوں کے نام
۸۲	ابوالحسن زیدان کی تائید کرتا ہے	۷۳	سورج گہن کی نماز
۸۲	تقویۃ الایمان نجدی کی پیروی کا پہلا قدم ہے	۷۴	بخاری کی روایتوں میں تعارض
۸۳	جہاد	۷۴	قبار میں قیام کی مدت
۸۳	امام برحق کا تقسّر	۷۵	عیون الاثر کی عبارت
۸۳	امامت کا مُسکر باغی مستحل الذم	۷۵	امام مالک اور رفع یدین کی روایت
۸۳	سیرت سید احمد شہید کی عبارت	۷۵	کِتَابُ الْفِقْهِ عَلٰی اَمْتِدَادِ اَهْلِ الْاَثَرِ بَعْدَهُ
۸۴	یہ رؤف کا مسلک ہے یا خوارج کا	۷۶	مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ
۸۴	مولانا سندھی کی عبارت	۷۶	چاروں برحق امام قرونِ ثلاثہ میں تھے
۸۵	نجدی یمنی علماء کے شاگردوں نے مشکلات پیدا کیں	۷۶	ابن مسعود کا ارشاد
۸۵	امام کو مہدی موعود قرار دیا	۷۷	۷: اَذْفَقْنَا اَهْلًا لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ
۸۵	میر محبوب علی کی کتاب	۷۷	نجدی کی عبارت اور مولوی اسماعیل کا ترجمہ
۸۶	جناب سید کی مجلس کا حال	۷۸	شاہ عبدالقادر کا ترجمہ
۸۷	جناب سید سے تنہائی میں بات	۷۸	ابن جریر طبری کی عبارت
۸۸	۱۲ جمادی الثانیہ ۱۲۳۲ھ کو امامت کا اعلان	۷۸	زمخشری کی عبارت
۸۸	پہلے مسکرین امامت کا قتل کرنا	۷۸	بیضاوی کی عبارت
۸۸	والی بلوچستان کو مکتوب	۷۹	قاضی ثناء اللہ کی عبارت
۸۸	نواب وزیر الدولہ کو مکتوب	۷۹	نواب صدیق حسن خاں کی عبارت
۸۹	سارے ہندوستان کے علماء اور شائخ کفر و ارتداد کی راہ	۷۹	فتاویٰ عالمگیری کی عبارت



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۹	جہاد کا رخ غیر مسلموں سے مسلموں کی طرف	۹۸	۱۸۵۷ء میں علماء حق کے فتویٰ کی مخالفت
۸۹	تاریخ تنواریان کا بیان	۹۹	صدیق حسن خاں کا بیان
۹۰	پابندہ خاں کا اپنے بیٹے کو گروہ رکھنا	۹۹	سید نذیر حسین کو سرٹیفکیٹ
۹۰	سلطان محمد خاں کا اسپیلنگ و مروارید	۱۰۰	مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب
۹۰	کو نذیر رنجیت سنگھ کرنا	۱۰۱	مولانا مخصوص اللہ کا جواب
۹۱	سرحد کے علماء و فضلاء کا بدگماں ہونا	۱۰۳	رسالہ چہارہ مسائل (فارسی)
۹۱	جناب سید احمد کا ان کو مکتوب	۱۰۹	چہارہ مسائل کا آزاد ترجمہ
۹۱	نصیحت اعمام نہ مثنیٰ اور تقویۃ الایمان لکھی	۱۰۹	۱. عقل فکری سے کام لیا جائے یا صرف نقل سے
۹۲	پٹھانوں کی لڑکیوں کی شادیاں	۱۱۰	۲. اہل ایمان کی رائے کا حکم
۹۲	تھامسری کا بیان	۱۱۰	۳. اجماع کا حکم
۹۲	مولانا سندھی کا بیان	۱۱۰	۴. قیاس کا حکم
۹۳	سلیمان نے نجدی سے کہا: تم نے	۱۱۰	۵. کتاب و سنت کی تاویل کا حکم
۹۳	ارکان ایمان چھ کر دیے	۱۱۰	۶. قبر کے بوسہ کا حکم
۹۳	نجدی نے اہل ابواء کا مسلک لیا	۱۱۱	۷. بدعتِ ستینہ کا فتویٰ دینے والا
۹۳	مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی کی	۱۱۱	۸. بدعتی عبادت کا ایصال ثواب
۹۳	شیر خدا حضرت علی کا مسلک	۱۱۲	۹. ایک معتبر آدمی کا نقل اجماع
۹۳	میر محبوب علی کا بیان	۱۱۲	۱۰. روح کا ادراک اور حس
۹۳	مولانا عبید اللہ سندھی کا بیان	۱۱۳	۱۱. بدعتِ ستینہ کا حسن
۹۵	بغاوت کی چنگاری	۱۱۳	۱۲. قرآن مجید کا مصحف میں لکھنا
۹۵	خانِ خویشگی کی لڑکی کا واقعہ	۱۱۳	۱۳. حرکات کا لگانا
۹۵	افسروں اور کارندوں کا قتل	۱۱۴	۱۴. اچھی بدعتوں میں سے یوم ولادت کی خوشی ہے
۹۶	اعلام نامہ	۱۱۵	۱۵. اگر قول یا فعل نہ ہو
۹۶	سلطان محمد خاں کا جواب	۱۱۶	مراجع کتاب
۹۶	امیر شہید کی شہادت	۱۱۹	شرعی فیصلہ

# ابنِ کثیر

ہدیۃ اللہ للدارین

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ  
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ.

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا  
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

حضرت امام ربانی مجددِ اَلْفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سُرہندی قدس سرہ نے کیا ہویں صدی  
ہجری کے شروع سالوں میں رسالہ ”ردِّ روافض“ لکھا، ابتدا میں آپ نے ہندوستان  
میں اسلام کے پھلنے پھولنے اور مسلمانوں کی ایک مذہبی و یک رنگی کا بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں  
طوطی ہند حضرت خواجہ امیر خسرو عَلَیْہِ الرِّخْمَہ کے چودہ شعر لکھے ہیں، اور پھر حضرت مجددِ ہندوستان  
میں شیعانِ علی کی آند کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں  
میں بٹے رہے: ایک اہلِ سنت و جماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی  
کا ظہور ہوا، وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور  
شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا منیلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی  
کا رسالہ ”ردِّ الاشراک“ ان کی نظر سے گزرا اور انھوں نے اردو میں ”تقویۃ الایمان“  
لکھی، اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا، کوئی غیر مُقلد ہوا، کوئی وہابی بنا،  
کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلیت اور احترام دل  
میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشتہ و خواندہ کے افراد امام بننے لگے۔ اور افسوس اس بات  
کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ



شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قبا حین ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہوئی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور ان حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب کو رد کیا۔ اس رسالہ کے اواخر میں مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ فرزند سٹاہ رفیع الدین کا جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا مخصوص اللہ نے ساتویں سوال کے جواب میں لکھا ہے :

”اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے، پھر ان کا بھٹ سن کر کچے کچے آدی آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔“

مولانا ثناء اللہ امرتسری پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور عالم ہوئے ہیں۔ وہ ”شمع توحید“ کے صفحہ چالیس میں لکھتے ہیں :

”امرتسری میں مسلم آبادی ہندو، سکھ وغیرہ کے مساوی ہے، اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔“

مولانا ثناء اللہ نے ۱۹۳۷ء میں یہ بات لکھی ہے، اس سے اسی سال پہلے ۱۸۵۷ء تھا جب کہ انگریزوں نے ہندوستان پر غزاری سے کامل تسلط حاصل کیا۔

محمد جعفر تھانیسری نے اپنی گرفتاری اور بغیر دریاے شور کی سزا، اور پھر رہائی کا حال ”تاریخ عجیب“ میں لکھا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے اور اس کتاب کی شہرت ”کالے پانی“ کے نام سے ہے۔ اس میں لکھتے ہیں :

”میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ) شاید پنجاب بھر میں دس دہائی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے اور اب (۱۲۹۶ھ) میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں۔“

لے ملاحظہ کریں ”دنیا اسلام“ کا صفحہ ۱۰

لے ملاحظہ کریں رسالہ کالا پانی جو مکتوبات سید احمد شہید کے ساتھ چھپا ہے، ص ۳۹۲

یعنی پنجاب میں بڑی تیزی سے مولانا اسماعیل کا وہابی مذہب پھیل رہا ہے۔ یہ بات محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے جو مولانا اسماعیل کے معتقد اور ان کے تذکرہ نگار ہیں۔ خواجہ خسرو نے ہندوستان کے مسلمانوں کی ایک رنگی اور یک مذہبی کا بیان کیا ہے اور حضرت مجدد نے شیعیت کی آمد سے مطلع کیا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اور محمد جعفر تھانیسری نے وہابیت کے انتشار کی خبر دی۔

حضرت والد ماجد شاہ عبداللہ ابو الخیر قدس اللہ سرہ و توفّر رحمہ نے ہم تینوں بھائیوں سے خصوصاً اور مخلصین سے عموماً بار بار فرمایا ہے کہ سو سال کی مدت میں جو کت میں لکھی گئی ہیں ان کا مطالعہ نہ کرو بلکہ متقدمین اور ائمہ اعلام کی کت میں دیکھو اور ان کے مسلک پر ثابت قدم رہو۔ نصیحت فرما کر بعض اوقات انتہائے محبت سے یہ شعر پڑھتے تھے :

نصیحت گوش کن جانان کہ از جاں دوستر دارند

جوانان سعادت مند پسند پیر دانا را

چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ ہم تینوں بھائیوں نے نہ کبھی تقویت الایمان اٹھا کر دیکھی، نہ وہابیت، نیچریت، اہل قرآن، اہل حدیث کی کتابوں کی طرف التفات کیا۔ اکابر اور اہل حق کی کت ابوں نے اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ یہ نسخہ تقویۃ الایمان کا جو میرے پاس ہے، میرے منہلے بہنوئی جناب نواب زادہ لائق احمد خان صاحب انصاری پانی پتی مہاجر لاہور غفر اللہ لہ، و زعمہ، کا عنایت کر دے ہے۔ اگر یہ نسخہ نہ ہوتا، کہیں سے مستعار یہ کتاب منگوانی پڑتی، حالانکہ اس عاجز کا مکتبہ کتب قیمہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مالا مال ہے۔

اس رسالہ کی وجہ تالیف : اتفاق کی بات ہے کہ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء میں مجلہ موقرہ ”الفرقان“ کا شمارہ ۷۷ جلد ۷۷ نظر سے گزرا۔ یہ مجلہ لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ اس شمارہ کے صفحہ ۲۷ سے ۴۰ تک فاضل محمد بشیر ایم۔ اے لاہوری کا مضمون تبارک شاہ اسماعیل شہید

لے یہ نسخہ ۲۸ شوال ۱۲۷۰ھ میں حاجی قطب الدین کی فرمائش پر سید عنایت اللہ کے اہتمام سے مطبع صدیقی واقع شاہجہاں آباد (دہلی) میں چھپا ہے یعنی جولائی ۱۸۵۴ء کو۔ اس میں فصلوں کے نام عربی میں ہیں اور وہی ہیں جو نجدی نے اپنے رسالہ میں لکھے ہیں۔



ہے، اس مضمون نے اپنی طرف ملتفت کیا، چنانچہ دقیق نظر سے اس مضمون کا مطالعہ کیا۔ فاضل مقالہ نگار نے سترہ افراد کے سینتیس اقوال نقل کیے ہیں، زیادہ تر اقوال مولانا اسماعیل کے مکتبہ فکر کے تربیت یافتہ گان کے ہیں۔ ایسے افراد کی مدح سرائی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مشہور قول ہے: ”کس نہ گوید کہ دُورِ بخ ما ترش است“ حضراتِ ثلاثہ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کے شاگرد ہندوستان کے بلند مرتبہ علماء تھے۔ ان حضرات نے ”تقویۃ الایمان“ کی خرابیوں کا بیان کیا ہے، اور اس سلسلہ میں رسالے لکھے ہیں۔ اگر تقویۃ الایمان ایسی ہی اعلیٰ اور بلند مرتبہ کتاب ہوتی تو یہ گرامی قدر علماء بہ اتفاق کیوں اس کو بُرا کہتے۔

فاضل مقالہ نگار نے ایک ایسے جلیل القدر عالم کا قول نقل کیا ہے جس کا تعلق اسماعیلیہ مکتبہ فکر سے نہیں ہے اور وہ فاضل اجل شیخ محمد بن یحییٰ صدیقی ترمذی مصنف کتاب ”آلیانہ الجینی فی آسانید الشیخ عبدالغنی“ ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کی تلخ حقائق کے متعلق ”وَأَخْرَى فِي مَرَاةِ الْخَنْظَلِ“ سے اشارہ کیا ہے۔ اُن کے علم و فضل و کمال کا اندازہ اس اشارہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کمرہ، ایمان سوز عبارات کا ذکر نہیں کیا اور ان کے تاثرات کا بیان کر دیا کہ دوسری کچھ باتیں ہیں جن میں اندرائن کی سی کڑواہٹ اور بد مزگی ہے۔ مقالہ نگار نے اس کے بعد صدیق حسن خاں کا قول ان کی کتاب ”ابجد العلوم“ سے نقل کیا ہے، چوں کہ صدیق حسن خاں کو حلقہ تقلید سے آزادی ”تقویۃ الایمان“ سے ملی اور پھر بے قیدی اُن کو یمن لے گئی اور وہاں قاضی شوکانی سے زبیریت کے اثرات لیے، لہذا ان کا مشغلہ یہی ہوا کہ وہ اکابرِ علماء اہل سنت و جماعت کو اہل بدعت کا نام دیں اور ان کی تنقیص کریں، چنانچہ انھوں نے اپنے استادِ اجل علامہ ذہر صدر الصدور مفتی صدر الدین خاں، یگانہ روزگار علامہ فضل حق خیر آبادی اور شاہ عبدالعزیز کے نامی گرامی شاگردِ ارشد علامہ سلامت اللہ بلاونی وغیرہم من العلماء الاخیار کے ساتھ بھی کیا ہے اور پھر ۱۸۵۷ء میں علماء اخیار کے نعرہ جہاد اور ان کے فتوے کو بے اثر کرنے کے لیے پوری کوشش کی اور لکھا ہے:

”پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جاوے اور یہ امن و امان جو آج حاصل ہے، فساد کے پردہ میں جہاد کا نام لے کر اٹھادیا جائے، سخت نادانی و بے وقوفی کی بات ہے۔ بھلا ان عاقبت ناندیشوں کا چاہا ہو گا یا اس پیغمبر صادق کا فرمایا ہوا۔ آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔“

نہ نواب صاحب رہے نہ ان کا نامن اور شکی برٹش حکومت اور تِلْكَ الْاَيَّامُ نَدَاوْهَا بَيْنَ النَّاسِ کا ظہور ہوا۔

جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

سردار دو عالم رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس کو ائمہ حدیث نے روایت کر کے اُمتِ محمد کے واسطے اپنی کتابوں میں محفوظ کر دیا ہے کہ یَسِّرْ دَاوْلًا تُعْسِرْ دَاوْلًا وَتُعْسِرْ دَاوْلًا تُسَيِّرْ دَاوْلًا ”آسان کرو، مشکل نہ بناؤ، بشارت دو، نفرت نہ دلاؤ“ کیا مکروہ تسز یہی کو مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کو حرام قطعی قرار دینا اور شرک اصغر کو جس سے بچنا کوئی امرِ سہل نہیں ہے۔ ذرا سی ریا اور دکھاوٹ شرک اصغر اور شرک خفی ہے، شرک اکبر اور شرک جلی قرار دینا، آسان کرنے یا مشکل بنانا۔ اور جو شخص ایسا فعل کرے وہ ارشاد نبوی پر عمل کر رہا ہے یا اپنی من مانی کر رہا ہے۔

علماء اہل سنت نے ارشاد نبوی پر عمل کیا ہے اور غلط بات پر ٹوکا ہے اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کامل ادب اور احترام کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی ہے اور راستہ مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ کا دکھایا ہے یعنی جو جس جماعت سے محبت رکھے وہ اُن ہی میں سے ہے۔ اللہ ہم سب کے قلوب اپنی محبت اور اپنے حبیب کی محبت سے شاداب و سرشار رکھے۔

محمد از تومی خواہم خدا را الہی از تو عشقِ مصطفیٰ را

میں نے تقویۃ الایمان کا مطالعہ بلا ادنیٰ تعصب اور اعتساف کے کیا اور افسوس ہوا کہ مولانا اسماعیل کیا لکھ گئے ہیں۔ چوں کہ مولانا کے تذکرہ نگار اُن کی جلالتِ علم پر متفق ہیں لہذا



یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک جہتی اور یک مدہبی تمام ہو اور نو سو سالہ اسلامی مملکت کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ تیس سال کی مدت میں صد سال کی تمام نعت ہاتھ سے نکل گئی، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔

مجھ کو تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات نظر آئے۔ لہذا میں نے مختصر طور پر محمد بن عبد الوہاب کے حالات کا مطالعہ کیا اور ان کے رسالہ ”رد الاشراک“ کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ مولانا اسماعیل نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے، نجدی رد الاشراک سے لیا ہے، لہذا پہلے کچھ حال محمد بن عبد الوہاب کا اور ان کے رسالہ رد الاشراک کا لکھتا ہوں اور پھر مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان کے متعلق مختصر طور پر اظہار خیال کروں گا، تاکہ ناظرین کو حقیقت امر کا علم ہو، وَاللَّهُ التَّوَفُّقُ وَالْهَيْدُوتُ۔

تقویۃ الایمان کے رد میں علماء کرام نے بہ کثرت کتابیں لکھی ہیں۔ زیادہ اہم وہ دو کتابیں ہیں جو شاہ رفیع الدین کے گرامی قدر صاحبزادوں نے لکھی ہیں، مولانا مخصوص اللہ نے ”معید الایمان“ اور مولانا محمد موسیٰ نے ”حُجَّةُ الْعَمَلِ فِي اخْبَاتِ الْجَعَلِ“ تحریر فرمائی ہے، یہ دونوں کتابیں آج تک چھپی نہیں ہیں۔ ایک کتاب مولانا شاہ مخلص الرحمن ملقب بہ جہانگیر شاہ نے ”شرح الصدور“ کے نام سے فارسی میں تیرہویں صدی کے آخر میں لکھی ہے، ان کے مخلصین نے اس کے ترجمہ کا خلاصہ اردو میں شائع کیا ہے۔ کاش اصل کتاب صحیح طور پر چھپ جاتی۔ اس کتاب میں تعصب نام کو نہیں ہے اور مَزَلَّت کی نشان دہی بہ وجہ احسن کی گئی ہے۔

اللہ کے نیک بندوں نے از روزِ اوّل اس کتاب کی قباحتوں کا اظہار کر دیا ہے۔

جَزَاهُمْ اللَّهُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ خَيْرًا أَوْ جَعَلْنَا مِنْ

الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ۔

ابو الحسن زید فاروقی

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰ

شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۱۱۰۰۶

دوشنبہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

۱۶ جنوری ۱۹۸۴ء

## محمد بن عبد الوہاب کا مختصر حال

شیخ محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن احمد بن راشد بن یزید بن محمد بن یزید بن مشرف نجدی جن کی طرف طائفہ وہابیہ کی نسبت ہے۔

ولادت : ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء یا ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء میں نجد کے مقام عینہ میں ہوئی۔

وفات : ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ میں ہوئی۔

① نواب سید صدیق حسن خاں نے ”اجدالعلوم“ میں کچھ تفصیل سے ان کا حال لکھا ہے میں اس کا خلاصہ لکھتا ہوں یہ لکھا ہے:

”ولادت عینہ میں ہوئی۔ قرآن مجید پڑھا۔ اور حدیث کی سماع کی، اور اپنے والد سے جو کہ حنبلی فقیہ گھرانے میں سے تھے پڑھا، پھر حج کیا اور مدینہ منورہ گئے وہاں شیخ عبد اللہ بن ابراہیم نجدی تلمیذ ابوالوہاب بغلی دمشقی سے پڑھا، پھر اپنے والد کے ساتھ نجد آئے اور جریمیل میں قیام کیا، والد کی وفات کے بعد عینہ آگئے۔ وہاں اپنی دعوت پھیلائی، پھر کسی وجہ سے درعیہ آگئے۔ وہاں امیر محمد بن سعود آل مقرن از اولاد بنی حنیفہ (از ربیعہ) نے ان کی اطاعت کی۔ یہ واقعہ تقریباً ۱۱۵۹ھ کا ہے، اس کے بعد محمد بن عبد الوہاب کی دعوت نجد میں اور جزیرہ عرب کے مشرقی حصص میں عمان تک پھیلی۔

امام علامہ محمد بن ناصر الحماز می شاگرد شیخ الاسلام محمد بن علی شوکانی نے محمد بن عبد الوہاب کے متعلق لکھا ہے کہ ان پر غالب اتباع تھا (یعنی تقلید)۔ ان کے رسائل معروف ہیں، ان میں مقبول بھی ہیں اور مردود بھی، ان پر سب سے زیادہ نکیر و باتوں کی وجہ سے کی گئی ہے:

ایک: صرف تفلیقات بلا دلیل کے اہل جہاں کو کافر قرار دینا اور اس سلسلہ میں علامہ سید داؤد بن سلیمان نے انصاف کے ساتھ ان کا رد لکھا ہے۔

۲۔ ملاحظہ کریں اجدالعلوم کے صفحہ ۸۷۱ سے ۸۷۷ تک ۲۔ جھوٹی باتوں کو بنا کر بیان کرنا۔



دوم : بغیر کسی حجت اور دلیل کے معصوم خون کا بہانا اور اس کام میں ان کا تو غل۔

ان دو باتوں کے علاوہ اور باتیں بھی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر سید مذکور نے کیا ہے۔

امام عبداللہ بن عیسیٰ بن محمد صنعانی نے ۱۲۱۸ھ میں کتاب السیف الہندی فی ابانۃ طریقۃ الشیخ النجدی لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب، عبدالعزیز نجدی کے محلہ میں فروکش ہوئے، عبدالعزیز نے بیعت کی اور وہاں کے لوگ ان کے مددگار ہوئے۔ ان لوگوں نے درعیہ کے قرب و جوار کی بستیوں میں اپنا مسلک پھیلایا۔ جب محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ ایک قوی جماعت ہو گئی: قَرَأَ لَهُمْ اَنْ مَنْ دَعَا غَيْرَ اللَّهِ اَوْ تَوَسَّلَ بِنَبِيٍّ اَوْ مَلَكَ اَوْ عَلِيٍّ فَانَّهُ مُشْرِكٌ شَاءَ اَوْ اَبَىٰ۔ یہ قانون نافذ کر دیا کہ جو شخص غیر اللہ کو آواز دے یا کسی نبی، یا فرشتے یا عالم کا وسیلے وہ مشرک ہے، اس کا ارادہ مشرک کا ہو یا نہ ہو۔

محمد بن عبدالوہاب کے اس قول کی وجہ سے عام مسلمانوں کی تکفیر لازم آتی ہے اور اسی بنا پر وہ مسلمانوں سے لڑے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے ایک رسالہ پر بھی مطلع ہوا ہوں۔ اور جب مولیٰ علامہ سید محمد بن اسماعیل الامیر کو نجدی کی خوش کن باتیں پہنچیں، انھوں نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ کہا، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

سَلَّمَ عَلٰی نَجْدٍ وَمَنْ حَلَّ فِي نَجْدٍ وَانْ كَانَ تَسْلِيْمِي عَلٰی الْبُعْدِ لَا يُجْدِي  
”میرا سلام نجد پر اور نجد میں فروکش ہونے والے پر ہو، اگرچہ دور سے میرا سلام کرنا سودمند نہیں۔“  
اور جب یمن پہنچنے والے بعض افراد سے حقیقت حال کا علم ان کو ہوا، وہ سمجھ گئے کہ یہ تحریک فساد سے خالی نہیں ہے اور انھوں نے دوسرا قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

رَجَعْتُ عَنِ الْقَوْلِ الَّذِي ثَلَّثْتُ فِي النَّجْدِ فَقَدْ صَحَّ فِي عَيْنِهِ خِلَافُ الَّذِي عِنْدِي  
”میں اپنے اس قول سے باز آیا جو میں نے نجد کے متعلق کہا تھا، کیوں کہ جو کچھ میں سمجھا تھا اس کا خلاف صحت کے ساتھ مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے۔“

اور علامہ وحیہ الاسلام عبدالقادر بن احمد بن الناصر نے لکھا ہے اور آپ کی تحریر سے میں نقل کرتا ہوں کہ ۱۱۷۰ھ میں ہمارے پاس شیخ فاضل مزید بن احمد بن عمر التیمی، النجدی البحرینکی آئے (جریل سدوس کے قریب بلاد یمامہ کے شروع میں جانب غرب واقع ہے)۔ اُن کی

ایک مسئلہ میں تحقیق کرنے کے لئے آمد ہوئی تھی، اور مسئلہ یہ تھا کہ اولیاء اللہ کو پکارنے والے کو کافر قرار دینے کے سلسلہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب سے ان کا مباحثہ ہوا۔ محمد بن عبدالوہاب کا قول تھا کہ جو شخص اولیاء کو پکارے وہ کافر ہے اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کئے وہ بھی کافر ہے۔ شیخ مزید نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا تھا۔ اور جب انھوں نے ہائے شیخ علامہ محمد بن اسماعیل الامیر کا پہلا مدحیہ قصیدہ سنا تو اس کے جواب میں ایک چھوٹا قصیدہ کہا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مذہب کی تحقیق میں اس وقت کے دو اماموں کا یہ بیان ہے:

مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّوَلَّدَ اَكْتُرَ هَذِهِ الطَّبَقَةُ الْيَتِي نَحْنُ فِيْهَا، اِنْتَهَىٰ یعنی ہمارے دور کے اکثر افراد کی پیدائش سے پہلے کا بیان ہے۔

علامہ بدر الملتہ سید محمد بن اسماعیل الامیر صنعانی نے جوابی قصیدہ کی شرح لکھی ہے، اس کا نام ”مَجْزُو الْخَوْبَةِ فِي شَرَا حِ اَبْنِيَاتِ التَّوْبَةِ“ رکھا ہے (ابیاتِ توبہ کی تشریح کر کے، گناہ کا مٹانا) وہ اس شرح میں لکھتے ہیں:

مدحیہ قصیدہ کے نجد پہنچ جانے کے کئی سال بعد صفر ۱۱۷۰ھ کو ایک عالم میرے پاس آئے، ان کا نام شیخ مزید تیمی ہے، اور وہ بیس شوال ۱۱۷۰ھ کو مجھ سے رخصت ہو کر اپنے وطن چلے گئے، وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ان سے مجھ کو معلوم ہوا کہ میرا مدحیہ قصیدہ محمد بن عبدالوہاب کو مل گیا ہے، شیخ مرید کی آمد سے پہلے میرے پاس شیخ فاضل عبدالرحمن نجدی آئے تھے، اُن کی آمد بھی میرے قصیدہ کے پہنچ جانے کے بعد ہوئی تھی، انھوں نے محمد بن عبدالوہاب کے ایسے احوال سنائے جن کو ہم بُرا جانتے ہیں، جیسے سَفْكَ دَم (خون کا بہانا)، اموال کا لوٹنا، نفوس کے قتل کرنے میں ان کی پیش رفت، چلے مکر و فریب ہی سے کیوں نہ کسی کو قتل کیا جائے، اُمّتِ محمدیہ کو چاہے وہ کسی ملک میں ہو کافر قرار دینا۔ شیخ عبدالرحمن کے اس بیان کے قبول کرنے میں ہم کو کچھ تردد رہا تا اُن کے ہمارے پاس شیخ مرید آئے جو کہ ابھی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور ہمارے پاس محمد بن عبدالوہاب کے بعض رسالے بھی پہنچے، ان رسالوں میں اہل ایمان کو کافر قرار دینے اور ان کو قتل کرنے اور ان کا مال لوٹنے کا بیان ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے



رسالوں کو پڑھ کر اور ان کے احوال سن کر ہم کو یقین ہو گیا کہ اس شخص کو شریعت کے صرف ایک حصہ کا علم ہے اور وہ بھی دقیق نظر سے نہیں دیکھا ہے اور نہ کسی ہاکمال سے پڑھا ہے کہ وہ اس کو صحیح راستہ پر لگاتا اور مفید علوم سے آگاہ کرتا، اور تفقہ اور دقیق سنی کی راہ پر لگاتا۔

محمد بن عبد الوہاب نے شیخ ابوالعاس ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم الجوزیہ کی بعض تالیفات کا مطالعہ کیا ہے اور صحیح طور پر سمجھے بغیر ان دونوں کی تقلید کی ہے حالانکہ یہ دونوں تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

جب ہم پر محمد بن عبد الوہاب کا حال صحیح طور پر واضح ہو گیا اور ہم نے ان کے رسائل پڑھے، ہم کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے قصیدہ کی وجہ سے ان کی شان بڑھی ہے وہ قصیدہ ہر جگہ اور ہر ملک پہنچا ہے۔ مکہ مکرمہ، بصرہ وغیرہ سے اس کے رد آئے، اور میں نے دیکھا کہ وہ انصاف سے خالی تھے اور پھر شیخ مرید نے مجھ سے مواخذہ کیا اور ہم کو خیال ہوا کہ کہیں محمد بن عبد الوہاب کے کرتوتوں کی باز پرس، ہم سے نہ ہو، لہذا ہم نے دوسرا قصیدہ لکھا اور اس کی شرح میں ابن قیم اور ان کے استاد ابن تیمیہ کے اقوال پر کثرت نقل کئے کیوں کہ یہ دونوں جنبی تھے۔ انتہی۔

اور سید محمد امین بن عمر معروف بہ ابن عابدین نے ”رد مختار“ کی شرح ”رد المختار“ مطبوعہ ۱۲۴۹ھ کی تیسری جلد، باب البغاث، ص ۳۹ میں لکھا ہے:

جیسا کہ ہمارے زمانہ میں پیش آیا ہے کہ نجد سے عبد الوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حرمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ جنبی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو وہ مشرک ہے، بنا بریں انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔ تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت اور طاقت توڑی، ۱۲۳۳ھ میں مسلمان افواج کو ان پر فتح دی اور ان کا وطن برباد کیا، اھ۔

محمد بن عبد الوہاب کی تالیفات:

۱. کتاب التَّائِيَّةِ فِي مَعْرِفَةِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُ الْوَحْلُ الْجَنَّةِ وَ الْجَهَنَّمِ بِمِ رِصَاعَتِهِ سَبَبُ الْوَحْلِ النَّارِ.
۲. كِتَابُ التَّوْحِيدِ الْمُشْتَمِلُ عَلَى مَسَائِلٍ مِنْ هَذَا الْبَابِ. أَوَّلُهُ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: مَا خَلَقْتُ

الْحَقَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُنِي، وَلَيْسَ لِهَذَا الْكِتَابِ دِيْبَاجَةٌ، دُحِرَ فِيهِ الْآيَاتُ وَالْأَحَادِيثُ ثُمَّ يَقُولُ فِيهِ مَسَائِلٌ.

۳. كِتَابٌ فِي مَسَائِلٍ خَالَفَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ مَخْتَصَرٌ فِي نَحْوِ كِتَابِ اسْتِ.

۴. كِتَابُ كَشْفِ الشُّبُهَاتِ فِي بَيَانِ التَّوْحِيدِ وَمَا خَالَفَهُ وَالرَّادِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ

۵. رِسَالَةٌ أَرْبَعَةُ قَوَاعِدَ مِنْ قَوَاعِدِ الدِّينِ فِي نَحْوِ رَقْعَةٍ.

۶. كِتَابُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ.

۷. كِتَابٌ فِي تَفْسِيرِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

۸. كِتَابُ تَفْسِيرِ سُورَةِ الْفَاتِحَةِ.

۹. رِسَالَةٌ فِي مَعْرِفَةِ الْعَبْدِ رَبِّهِ وَدِينِهِ وَنَبِيِّهِ.

۱۰. رِسَالَةٌ فِي بَيَانِ التَّوْحِيدِ فِي الصَّلَاةِ.

۱۱. رِسَالَةٌ فِي مَعْنَى الْكَلِمَةِ الطَّيِّبَةِ.

۱۲. رِسَالَةٌ فِي تَحْرِيمِ التَّقْلِيدِ.

یہ ہیں ان کی وہ تالیفات جن کو اس وقت تک میں دیکھ سکا ہوں، و فیہا مَا یُقْبَلُ وَ یُرَدُّ۔ ان میں قبول کرنے کے لائق بھی ہیں اور رد کرنے کے لائق بھی۔

محرم ۱۲۱۸ھ میں وہاں یہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اس وقت عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نے ایک رسالہ مکہ مکرمہ میں تقسیم کیا، اس رسالہ میں بہت کچھ ان باتوں کا انکار ہے جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور وہ کتب صحاح کے مخالف ہیں۔

محمد بن عبد الوہاب کے متعلق لوگ مختلف خیال رکھتے ہیں، ایک جماعت کے نزدیک ان کی ہر بات، ہر فعل، ہر تحریر اور ان کی طرف منسوب ہر شے اچھی ہے، اور ایک جماعت بالکل اس کے خلاف ہے اور ان کے نزدیک محمد بن عبد الوہاب کی ہر بات، ہر فعل، ہر کام بُرا ہے اور

لے یہ رسالہ ۲۰ محرم ۱۲۱۸ھ کا مکہ مکرمہ میں لکھا ہوا میرے پاس چھوٹی تقطیع میں موجود ہے، عبد اللہ نے لکھوایا ہے۔ اس کے ۳۶ صفحات ہیں کسی صفحہ میں نو سطریں ہیں کسی میں زیادہ پندرہ سطروں تک بھی ہے۔



ایک جماعت انصاف کے راستے پر ہے اور اچھے کو اچھا، بُرے کو بُرا کہتی ہے یہ صحیح مسلک پر ہے۔  
تمام ہوا "ابجد العلوم" کی عبارت کا خلاصہ۔

نواب صدیق حسن خاں نے محمد بن عبدالوہاب کے بارہ رسالوں کا اور عبد اللہ بن مسعود بن عبدالوہاب کے ایک رسالہ کا ذکر کیا ہے۔ ایک اہم رسالہ کا ذکر کرنا ان سے رہ گیا ہے۔  
ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ میں نجدیوں نے اچانک طائف پر حملہ کیا، خلق خدا کو قتل کیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مسجد گرائی اور پھر محمد بن عبدالوہاب کا ایک مختصر رسالہ مکہ مکرمہ ارسال کیا۔ یہ رسالہ جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو چاشت کے وقت مکہ مکرمہ پہنچا، اسی وقت مکہ مکرمہ کے مدبرین نے (ترکی فوجی افسر ہوا کرتا تھا) مکہ مکرمہ میں موجود تمام علماء کرام کو حرم شریف میں جمع کیا۔ اور احمد بن یونس الباعلوئی کو مقرر کیا کہ علماء کرام کا جواب تحریر کریں، چنانچہ بیت اللہ شریف کے مبارک دروازہ کے سامنے اجتماع ہوا۔ اور نجدی رسالہ کا کچھ حصہ پڑھا جاتا تھا اور پھر اس کا جواب لکھوایا جاتا تھا۔ عصر کی اذان تک اس سے فارغ ہوئے، زیادہ تر جوابات شیخ عمر عبدالرسول اور عقیل بن یحییٰ علوی نے لکھوائے ہیں اور کچھ جوابات شیخ عبدالملک اور حسین مغربی کے ہیں، اس وقت طائف کے بعض مظلومین بھی پہنچ گئے۔ لکھا ہے:

اجتمع العلماء حول المنبر وصعد الخطيب أبو حامد عليه وآله وعليهم الصيغة المنعونة  
النجدية وما نقشت (احمد کاتب لکھ رہے ہیں) من الفاظ العلماء في ردّها وقال ايها العلماء و  
القضاة والمفتاي، سمعتم مقالهم وعليتهم عقائد هم فما تقولون فيهم فاجمع كافة العلماء  
والقضاة والمفتاي على الهدايب الاربعه من اهل مكة المشرفة وسائر بلاد الاسلام الذين  
جاءوا للحج وكانوا اجالسين ومستمطين لذل حول البيت عاشر المحرم. وحكموا بكفرهم  
وبانه يجب على امير مكة الخروج لردهم من الحرم ويجب على المسلمين معاونة ومشاركتة  
فمن تخلف بلا عذر يكون اثمًا ومن قاتلهم يصير مجاهدًا ومن قتل من ايدىهم يكون  
شهيدًا انا نقصد الاجماع بلا خلافي على كلمة واحدة وكذب الفتوى وذهابها بعد الصلابة  
الى الشريف امير مكة المعظمة وانفق كل من بمكة على قتالهم واتّباع امير مكة في الجهاد  
عليهم والخروج بكبره من حد الحرم الى جهنم واشتغل كل في راسعاده اللهم انصرنا

على القوم الكافرين واخروا دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

محمد بن عبدالوہاب کا یہ مختصر رسالہ ۱۲۲۱ھ میں تمام ممالک اسلامیہ میں پہنچ گیا ہے،  
چنانچہ ہندوستان بھی پہنچا اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی حیات میں دہلی پہنچا اور مولانا اسماعیل  
نے جزوی رد و بدل کے ساتھ "تقویۃ الایمان" کے نام سے مشہور کیا۔

⑤ علامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی برادر محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے بھائی  
کے مسلک کے رد میں ألفوا على الائمة في الرد على الوهابية "علمی رسالہ، ان کی دعوت  
کے آٹھویں سال لکھا ہے یعنی ۱۱۶۷ھ کو۔ علامہ سلیمان نے ابتداءً آخر میں اپنے بھائی کو  
بہت سمجھایا اور جب نجد کے امیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور خونِ مسلم کی کوئی قدر  
نہ رہی اور علامہ سلیمان کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا، وہ حرمین محترمین چلے گئے اور وہاں سے  
یہ یادگار علمی رسالہ لکھ کر اپنے بھائی کو ارسال کیا۔ یہ رسالہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور  
علماء کرام کے اقوال سے مالا مال ہے، ازوجہ اختصار بعض فوائد کا آزاد ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔  
یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں پچھا تھا، پھر ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں مکتبہ ایشق نے  
استانبول میں طبع کیا ہے۔ یہی طباعت پیش نظر ہے اور اسی کے صفحہ کا نمبر ہر فائدہ کے بیان  
کرنے سے قبل لکھتا ہوں تاکہ تحقیق کرنے والوں کو مراجعت میں سہولت رہے۔

الگافہ: علامہ سلیمان نے اپنے رسالہ میں از اول تا آخر جمع کے صیغہ سے اپنے بھائی  
کو خطاب کیا ہے۔ اردو میں اس کیفیت کی تعبیر "آپ سے کی گئی ہے۔ ملاحظہ کریں:

ص ۴ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ اسلام کی اساس پانچ چیزوں پر ہے: شہادت اس  
بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور نماز قائم کرنی، زکات ادا کرنی، رمضان کے  
روزے رکھنے اور بیت اللہ کا حج اگر قدرت اور سبیل ہو۔

ص ۵ لیکن آپ ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں، نماز، روزہ، حج  
اور زکات کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلق خدا کو کافر بنانے  
کا قول کہاں سے لیا ہے۔

اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم شرک کرنے والوں کو کافر کہتے ہیں، اللہ نے فرمایا ہے: ان الله



لَا تَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ، الْآلِیَّہ۔ ”شُرک کرنے والوں کو اللہ نہیں بخشتا۔“ (شیخ سلیمان نے اس مفہوم کی اور آیتیں بھی لکھی ہیں اور پھر لکھا ہے) یہ مبارک آیتیں برحق ہیں اور اہل علم نے جو مطلب ان کا بیان کیا ہے وہی درست ہے۔ وہ کہتے ہیں: غیر اللہ کو اللہ کا شریک بنانا شرک ہے۔ مشرکین کہتے ہیں: هُوَ لَا شَرَّكَ لَهُ۔ ”یہ ہمارے شریک ہیں۔“ اور جب مشرکوں سے کہا جاتا ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ اس کو بڑا سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ نے بیان کیا ہے: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ۔

جو تفصیل آپ نے بیان کی ہیں کہ اس کام کا کرنے والا مشرک، اُس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفصیل کہاں سے لی ہیں؟ کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟ اگر کہی ہے اس کا نام ہم کو بتائیں تاکہ ہم آپ کی پیروی کریں۔

ص ۶ ہر مذہب کے اہل علم نے ایسے اقوال اور افعال کا بیان کیا ہے جن کے کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے، لیکن کسی نے یہ نہیں لکھا کہ جو شخص غیر اللہ کی نذر مانے وہ مشرک ہوا یا غیر اللہ سے مانگنے والا مرتد ہوا یا غیر اللہ کے لئے ذبیحہ کرنے والا کافر ہے یا قبر کا مسح کرنے والا یا قبر کی مٹی اٹھانے والا اسلام سے خارج ہوا۔ اگر کسی نے ان اعمال کے کرنے والے کو کافر یا مشرک یا مرتد قرار دیا ہے تو آپ ہم کو بتائیں، علم کو چھپانا جائز نہیں۔

ص ۷ اہل علم نے ”کتاب الجنائز“ میں دفن کرنے اور زیارت میت کے بیان میں قبر کو مسح کرنے، قبر کی مٹی لینے، قبر کا طواف وغیرہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ کسی نے مکروہ لکھا ہے اور کسی نے حرام۔ لیکن کسی نے بھی ان امور کے کرنے والے کو نہ مرتد کہا ہے اور نہ کافر اور نہ کسی نے یہ لکھا ہے کہ جو شخص ان امور کے کرنے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ آپ ”کتاب الفروع“ اور ”الْإِقْتِنَاع“ یا کسی دوسری کتاب کا مطالعہ کریں۔ (الفروع، الاقناع حنبلی فقہ کی کتابیں ہیں) شیخ تقی الدین ابن تیمیہ اور ابن قیم نے اہل سنت کے متفق علیہ اصول کا بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک اصل یہ ہے: اگر اس اُمت کا کوئی جاہل یا خطا کار اپنی جہالت یا خطا کی وجہ سے کفر یا شرک کا کوئی کام کرے وہ کافر یا مشرک نہیں ہوگا۔

ص ۸ ان مسلمہ اور متفقہ اصول میں سے ایک اصل یہ ہے کہ مسلمان میں دو مخالف مادے

جمع ہو سکتے ہیں، جیسے کفر و اسلام یا کفر و نفاق یا شرک اور ایمان۔  
ص ۹ ابن قیمؒ نے ”مَنَازِلُ السَّائِرِينَ“ کی شرح میں لکھا ہے:

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور اس کی عداوت کا اجتماع مختلف وجوہات کی بنا پر کسی شخص میں ہو سکتا ہے، وہ ایک وجہ سے اللہ کا محبوب ہوگا اور دوسری وجہ سے مبغوض بلکہ ایک ہی گھڑی میں ایمان اور نفاق، یا ایمان اور کفر کا حامل ہو سکتا ہے اور وہ ان دو مختلف کیفیات میں سے کسی ایک کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”هُمْ لِلْكَفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ“۔ (آل عمران، آیت ۱۷۶) وہ لوگ اس دن کفر کی طرف نزدیک ہیں ایمان سے، اور اللہ کا ارشاد ہے: ”وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ“۔ (یوسف، آیت ۱۰۶) اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ (یعنی ایمان نہیں لاتے) مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔ ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ایمان کے ساتھ شرک کی مقارنت اور ملاوٹ ہو سکتی ہے، اب دیکھنا شرک کو ہے کہ وہ کس قسم کا شرک ہے۔ اگر اس شرک سے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہوتی ہے تو ایمان مفید نہیں ہے، اور اگر انبیاء کی تکذیب نہیں ہوتی بلکہ اس شرک کرنے والے کا انبیاء کی تصدیق اور آخرت پر یقین ہے اور وہ دوسرے قسم کے شرک میں مبتلا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے، دوزخ میں جائے گا اور پھر اس میں سے نکالا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ (مائدہ، آیت ۴۴) ”اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اُتارے پر سو وہی لوگ ہیں منکر“ کے بیان میں فرمایا ہے، یہ کفر اس طرح کا کفر نہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دے۔

ص ۱۰ اہل سنت کا یہی مسلک ہے، سب سے پہلے خوارج نے اختلاف کیا اور اس کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا، خوارج نے حضرت عثمان، حضرت علی حضرت معاویہ اور اُن کے طرفداروں کو کافر قرار دیا، لیکن حضرت علی نے خوارج کو کافر قرار نہیں دیا۔

ص ۱۱ خوارج کے بعد قَدْرِیہ کا ظہور ہوا۔

ص ۱۲ پھر مُغْتَرِکَہ کا ظہور ہوا۔



ص ۱۸ پھر جہیم کا ظہور ہوا۔

ص ۲۱ فریق باطلہ کے متعلق علماء اعلام نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں :

۱. ”بڑے کفر اور شرک والے ہیں۔“
۲. ”بعض کتاب (قرآن مجید) پر ایمان لائے ہیں اور بعض کی تکفیر کی ہے۔“
۳. ”یہ لوگ مشرکین اور صابئین کے فروع ہیں۔“
۴. ”ان لوگوں نے تمام انبیاء کی مخالفت کی ہے۔“
۵. ”انھوں نے حق سے عناد برتا ہے۔“

باوجود اس کے اِنَّ الْاِمَامَ اَحْمَدَ لَا يَكْفُرُ هُمْ وَلَا اَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ ”نہ امام احمد ان کو کافر قرار دیتے ہیں اور نہ سلف میں سے کوئی بھی۔“

خدا را آپ خیال کریں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اَيُّ قَوْلِكُمْ دِفْعَمَنْ خَالَفَكُمْ فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ لَمْ يَكْفِرْهُ فَهُوَ كَافِرٌ ”یہ آپ کا کیا قول ہے کہ جو آپ سے خلاف کرے وہ کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔“ آپ اس غلط بات کو چھوڑیں، سلف صالح کے طریقہ کو اپنائیں، اہل بدعت کی روش کو چھوڑیں۔ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے کہا ہے :

”بری بدعتوں میں سے یہ بدعت ہے کہ مسلمانوں کے طوائف میں سے کسی طائفہ کو کافر قرار دیا جائے اور ان کی جان اور مال کو حلال سمجھا جائے۔“

ص ۳۵ آپ اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو غیر اللہ کی نذر مانے یا غیر اللہ کو پکارے، آپ کی تکفیر صحیح نہیں، کیوں کہ صحیح حدیث ہے ”تَذَرُوا الذُّرَّ وَذُوبَ الشُّبُهَاتِ“ شبہات کی بنا پر حدود کو دفع کیا جائے۔ یہاں صرف شبہ ہی نہیں ہے بلکہ غیر اللہ کو پکارنے اور ان سے مدد طلب کرنے کی روایات موجود ہیں۔ حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابودعوانہ اور بزار نے صحیح سند سے اور ابن سنی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : اِذَا اِنْقَلَبْتَ دَابَّةً اَحَدًا لَمْ يَرْضَ فَلَاةٌ فَلْيَسَادِ يَاعِبَادَ اللّٰهِ اِحْسِنُوْا يَاعِبَادَ اللّٰهِ اِحْسِنُوْا يَاعِبَادَ اللّٰهِ اِحْسِنُوْا ثَلَاثًا فَاِنَّ لِلّٰهِ حَاضِرًا سَيَحْسِبُهُ ”اگر تم میں سے کسی کا جانور صحرا میں چھوٹ جائے تو وہ بلند آواز سے کہے : اے اللہ کے بندو روکو، اے اللہ کے بندو روکو،

اے اللہ کے بندو روکو۔ تین بار۔ اللہ کی طرف سے حاضرین ہیں وہ اس کو روکیں گے۔ اور طبرانی نے روایت کی ہے : اِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَاعِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْثُوْنِيْ ”اگر معاونت کا طلبگار ہو کہے : اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔“

ائمہ نے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے اور اس کو نقل کر کے اس کی اشاعت کی ہے اور اُمت کے واسطے محفوظ کیا ہے۔ ائمہ نے اس حدیث مبارک کا انکار نہیں کیا ہے امام نووی نے اذکار میں ابن قیم نے اَلْكَفَرَةُ الطَّيِّبَةُ میں اور ابن مفلح نے آداب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن مفلح (حنبل) نے اس مبارک اثر کو بیان کر کے عبد اللہ پسر امام احمد فضل سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا، فرماتے تھے : میں نے پانچ حج کیے، ایک مرتبہ راستہ بھٹک گیا۔ میں پیادہ تھا۔ میں نے کہنا شروع کیا : يَاعِبَادَ اللّٰهِ تَوَكَّلْ عَلَيَّ الظَّرِيقُ ”اے اللہ کے بندو ہم کو راستہ بتاؤ۔“ میں اس کی تکرار کرتا رہا تا آنکہ میں راستہ پر آ گیا۔ ۱۱۔

ص ۳۵ غائب سے اور میت سے طلب کرنے والے کو آپ نے کافر قرار دیا ہے بلکہ آپ کے نزدیک ان مشرکین سے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے ان لوگوں کا شرک بڑھا ہوا ہے جو خشکی میں اور سمندر میں غیر اللہ سے طلب کرتے ہیں آپ کا استدلال وہ مفہوم ہے جو آپ سمجھے ہیں حالانکہ اس مفہوم پر نہ خود آپ کو اعتماد کرنا چاہئے اور نہ کسی دوسرے کو، کیوں کہ جلیل القدر علماء نے ان روایات پر عمل کیا ہے، اور ان کا عمل آپ کے واسطے شبہ

۱۔ امام نووی نے ”کتاب الاذکار“ کے صفحہ ایک سو اسی پر اپنے مشائخ میں سے ایک بڑے عالم کا اور پھر خود اپنا واقعہ لکھا ہے کہ اس مبارک دعا کے پڑھنے سے جانور ٹوٹ گیا۔ امام محمد بن محمد بن عمر ابجرری نے ”المحصلین“ میں ان روایتوں کو لکھا ہے۔ نواب قطب الدین خاں نے ”ظفر الجلیل“ میں ترجمہ کے بعد کچھ فوائد بھی لکھے ہیں۔ عباد اللہ کے بیان میں لکھا ہے : ف مراد بندگان خدا سے رجال الغیب ہیں یعنی ابدال یا ملائکہ یا مسلمان جنات اور طبرانی کی روایت کے بعد لکھا ہے : ف یہ قول راوی کا ہے۔ میرک شاہ نے بعض ثقہ علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور تمام مسافراس کی طرف محتاج ہیں اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس کام میں (جانور کے بھاگنے میں) اور ہو سکتا ہے کہ مقصود پر غیاب ہونا بھی ہو (ظفر الجلیل) مطبوعہ ۱۲۵۴ھ) افسوس صد افسوس مدعیان سنت نے ظفر الجلیل کی عبارت میں تحریف کر دی ہے۔ پہلا کام یہ کیا ہے کہ حدیث کو حسن کی جگہ ضعیف لکھ دیا ہے اور دوسرا کام یہ کیا ہے کہ مراد بندگان خدا سے ابدال اور مسلمان جنات کو حذف کر دیا ہے، یا لَصَيِّغَةُ الْعَجْوَةِ ذَهَابُ الْعُلَمَاءِ دوسرے کی کتاب میں ایسا تصرف فعل حرام ہے۔



بن رہا ہے، آپ اس کو شبہ کیوں نہیں قرار دیتے۔ ”مختصر کتاب الروضہ میں ہے:

جو شخص شہادتین کا قائل ہے اور وہ کسی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی دلیل کوئی تاویل ہے لیکن تاویل کو صحیح طور پر سمجھا نہیں ہے، ایسے شخص کو علی الاطلاق کافر نہیں کہا جائے گا۔ ہمارے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

۳۲ آپ کے مذہب کا بطلان اس صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت بخاری نے معاویہ بن ابی سفیان سے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے، میں تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا اللہ ہی ہے، اس اُمت کی حالت سیدھی رہے گی جب تک قیامت برپا ہو۔ یا۔ جب تک اللہ کا حکم آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خبر دیتے ہیں کہ اس اُمت کی حالت قیامت برپا ہونے تک ٹھیک رہے گی اور آپ ان امور کی وجہ سے جو کہ قدیم الایام سے ان میں رائج ہیں۔ ان سب کو کافر و مشرک قرار دے رہے ہیں۔

۳۳ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرُ وَحَدَّثَتْ مِنْ قَبْلِ رَمٰنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ، یہ امور حضرت امام احمد کے زمانے سے پہلے سے رائج ہیں، اگر ان امور کا ارتکاب بڑی صورتوں کی پوجا ہوتی تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی حالت مستقیم کیسے ہوتی، یہ اُمت بڑی صورتوں کی پجاری ہوتی۔

۳۴ آپ کے مذہب کا باطل ہونا اس صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت بخاری مسلم نے ابوہریرہ سے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رَأْسُ الْكُفْرِ مَشْرُقُ النَّسْرُوقِ ”کفر کا سر مشرق کی طرف ہے“ اور ایک روایت میں ہے: ایمان یمانی ہے اور ادھر سے فتنہ ہے جہاں سے یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ ”شیطان طاقت ابھرے گی“ اور بخاری مسلم میں ابن عمر سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ مشرق کی طرف تھا، آپ نے فرمایا: اِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا ”فتنہ ادھر ہے“ اور بخاری نے ابن عمر سے مَرْقُومًا روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَاوِمَنَا وَيَسِّرْنَا اِلَيْهِمُ بَارِكْ لَنَا فِي شَاوِمَنَا وَيَسِّرْنَا، قَالَ لَوْ فِي نَجْدِنَا، قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَاوِمَنَا وَيَسِّرْنَا، قَالَ لَوْ فِي نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ هُنَاكَ الْمَرْكَزُ وَالْفَيْقُ وَهِيَ تَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ وَلَا حَيْدَ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ مَرْقُومًا، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَفِي صَاعِنَا وَفِي مَدِينَتِنَا وَشَاوِمَانَا ثُمَّ مَطْلَعُ الشَّمْسِ فَقَالَ هَاهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ وَقَالَ مِنْ هَاهُنَا الْمَرْكَزُ وَالْفَيْقُ.

”اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے، اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ کہنے والوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں! آپ نے فرمایا: اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ کہنے والوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں سے شیطانی قوت ابھرے گی۔ اور امام احمد نے ابن عمر کی حدیث مرفوعاً روایت کی ہے: اے اللہ ہمارے مدینہ میں، ہمارے صاع میں، ہمارے مد میں، ہمارے یمن میں اور ہمارے شام میں برکت دے! پھر آپ نے اپنا روئے انور سورج نکلنے کی طرف کیا اور فرمایا: ادھر سے شیطانی قوت ابھرے گی اور فرمایا: یہاں سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے۔“

میں کہتا ہوں اور گوہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سمجھے ہیں، اللہ کی رحمتیں اور اس کا سلام اور اس کی برکتیں آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر نازل ہوں، یقیناً آپ نے امانت ادا کی اور پیام پہنچایا۔ شیخ تقی الدین (ابن تیمیہ) نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے آفتاب نکلنے کی طرف مشرق (کا علاقہ) ہے اور وہاں سے میلہ الکذاب نکلتا تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ پہلا حادثہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رونما ہوا تھا اور خلافت نے اس کی پیروی کی اور آپ کے خلیفہ الصدیق

لَهُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ وَكَذَلِكَ قَرْنَاةٌ، گرد واد و پیر وانی راے آد، یا توانائی و انتشار و پراگندگی و چیرگی و غلبہ، (منتہی الأرب، ج ۳، ص ۴۸۴، ۴۸۵)

۳۵ ”صاع“ اور ”مد“ غلظت پانے کے پیمانے ہیں۔ صاع میں تقریباً انگریزی تین سیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مد صاع کا چوتھائی ہے۔ عراقی اور حجازی مد اس سے بڑے ہوتے ہیں۔ (از بیان اللسان)



نے اُن سے قتال کیا۔ انتہی۔ اس حدیث سے استدلال کے کئی وجوہ ہیں میں بعض کا ذکر کرتا ہوں۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان نیماں ہے اور فتنہ مشرق سے نکلے گا اور یہ بات بار بار فرمائی۔

آپ نے حجاز اور اہل حجاز کے لئے بار بار دعا فرمائی اور آپ نے اہل مشرق کے لئے انکار فرمایا کیوں کہ وہاں فتنے ہیں خاص کر نجد میں۔

پہلا فتنہ جو کہ آپ کے بعد پیدا ہوا وہ ہمارے اسی علاقہ میں ہوا ہے۔

۳۴ جن امور کی وجہ سے آپ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص ان امور کے مرتکب کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ یہ امور مکہ، مدینہ اور یمن میں سالہا سال سے بھرے پڑے ہیں بلکہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ دنیا میں یہ امور اس کثرت سے کہیں نہیں جتنا یمن اور حرمین میں ہیں۔

اب آپ کہتے ہیں کہ آپ کے مذہب کی پیروی سب پر واجب ہے اور جو شخص اپنے وطن میں آپ کے مذہب پر عمل نہ کر سکے اس پر واجب ہے کہ ہجرت کر کے آپ کے وطن کو آئے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کی جماعت طائفہ منصورہ ہے۔ اور یہ بات حدیث کے خلاف ہے۔  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ اللَّهُ بِمَا هُوَ كَاثِرٌ عَلَى أُمَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْفِيَا مَةِ وَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ بِمَا يَجْرِي عَلَيْهِمْ وَمِنْهُمْ فَلََوْ عَلِمَهُ أَنَّ بِلَادَ الْمَشْرِقِ مَحْصُوصَاتُ نَجْدٍ بِلَادَ مَسِيلَةٍ، أَنَّهُمَا تَصِيرُ دَارَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الظَّالِمَةَ الْمَنْصُورَةَ تَكُونُ بِهَآ وَأَنَّهَا بِلَادٌ يَظْهَرُ فِيهَا الْإِيمَانُ وَيَخْفَى رَفِيٌّ عَلَيْهِمَا وَأَنَّ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيفَيْنِ وَالْيَمْنَ تَكُونُ بِلَادَ كُفْرٍ تُعْبَدُ فِيهَا الْأَوْثَانُ وَتُحِبُّ الْهَجْرَةَ مِنْهَا، لَا تُخْبِرُ بِذَلِكَ وَلَدَعِيَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ مَحْصُوصَاتُ نَجْدٍ وَلَدَعِيَ عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَالْيَمَنِ وَ أَخْبَرَ أَنَّهُمَا يَعْبُدُونَ الْأَصْنَامَ وَتَبَرَأَ مِنْهُمْ. إِذْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا ضِدُّ ذَلِكَ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّ الْمَشْرِقَ وَخَصَّ نَجْدَ بِأَنَّهُمَا يَطْلَعُ قُرْنُ الشَّيْطَانِ وَأَنَّ مِنْهَا وَفِيهَا الْفِتْنُ وَامْتَنَعَ مِنَ الدَّعَاءِ لَهَا وَهَذَا خِلَافٌ زَعْمُكُمْ. ۱۰

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے متعلق قیامت تک کے تمام واقعات بتادے ہیں اور آپ نے امت کو پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کر دیا ہے، اگر سردارِ دعوام

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہوتا کہ مشرقی علاقہ اور خصوصیت کے ساتھ نجد کا علاقہ اسلامی وطن اور ایمان کا گڑھ بننے والا ہے اور وہی جماعت طائفہ منصورہ ہوگی جو وہاں رہتی ہوگی، اس ملک میں ایمان کا ظہور ہوگا اور اس کے علاوہ ہر جگہ ایمان چھپ جائے گا۔ حرمین شریفین اور یمن دار کفر ہو جائیں گے، وہاں موتیوں کی پوجا ہوگی، وہاں سے ہجرت کرنی واجب ہوگی، یقیناً آنحضرت امت کو بتاتے اور آپ اہل مشرق اور خاص کر نجد کے واسطے دعا کرتے اور حرمین اور یمن کے لئے بددعا کرتے اور فرماتے یہ بت پرست ہیں اور آپ اُن سے اپنی برارت اور بیزاری کا اظہار فرماتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس حضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے عام طور سے مشرقی علاقہ کو اور خاص طور سے نجد کو قرین شیطان کے نکلنے کا مقام اور جابے فتن قرار دیا ہے اور وہاں کے لئے دعا کرنے سے آپ باز رہے اور یہ آپ کے زعم و پندار کے خلاف ہے۔  
آپ کے مذہب کا باطل ہونا اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس کی روایت بخاری اور مسلم نے عقبہ بن عامر سے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالائے منبر گئے اور فرمایا: تمہارے متعلق مجھ کو اس کا کھٹکا نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔ بلکہ کھٹکا اس کا ہے کہ دنیا کے واسطے ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو گے اور ہلاک ہو گے جس طرح تم سے اگلے ہلاک ہو چکے ہیں۔

۳۵ اور آپ کے مذہب کا انطال اس حدیث سے ہو رہا ہے جس کی روایت مسلم نے جابر بن عبد اللہ سے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی عبادت کریں البتہ وہ ان کو آپس میں اڑاتا رہے گا۔ حاکم، ابویعلیٰ اور بیہقی کی روایت ابن مسعود سے ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان ناامید ہو گیا ہے کہ سرزمین عرب میں موتوں کی عبادت ہو اور وہ ان لوگوں سے اس سے کمتر پر راضی ہو گیا ہے جو حقارت ہیں (جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے) اور وہ موبقات ہیں (مہلکات ہیں)۔

امام احمد، حاکم اور ابن ماجہ کی روایت شداد بن اوس سے ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اَتَخَوِّ عَلَى أُمَّتِي الشَّرَّاءُ۔ میں اپنی



امت پر شرک سے ڈرتا ہوں۔ میں نے آپ کی خدمت میں کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں کرے گی اَمَّا اَنْتُمْ لَا تَعْبُدُوْنَ شَيْئًا وَلَا كُفْرًا وَلَا وَثَنًا لِّكُنْ مِزَادُنْ بِاعْتَابِہُمْ۔ لیکن وہ سورج، چاند اور صنم کی عبادت نہیں کرے گی بلکہ وہ اپنے اعمال کی نمائش کرے گی۔

ان روایات سے صاف طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے متعلق کامل علم تھا کہ وہ بت پرستی نہیں کرے گی۔ اور آپ کہتے ہیں: اِنَّكُمْ عِبَادُ الْاَصْنَامِ كُفْرًا وَ مَلَائِكَةُ الْاَوْثَانِ بِلَا كُفْرٍ۔ کہ انھوں نے تمام اصنام کی عبادت کی، اور ان کے ملک کو مورتیوں نے بھر دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب کے مغازی اس کی عبادت کریں، اور فرماتے ہیں: شیطان ناامید ہو گیا ہے کہ سرزمین عرب میں بتوں کی عبادت ہو، اور آپ مدینہ منورہ سے جو دارالہجرت ہے اور مکہ مکرمہ، بصرہ، عراق، یمن، شام وغیرہ سے اپنے دارالایمان کے لئے ہجرت کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے شرک کا بیان ”مِزَادُنْ بِاعْتَابِہُمْ“ سے کیا ہے، کہ وہ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے اور آنحضرت نے ایسے شرک کو محقرات اور مؤہقات قرار دیا ہے، اس کے کرنے سے کفر و شرک لازم نہیں لاتا اور نہ اس کا مرتکب واجب القتل ہے۔

ص ۳۲ امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن الاحوص سے روایت کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا: ”جان لو، شیطان قطعی طور پر ناامید ہو چکا ہے کہ تمہارے اس بلڈ (شہر، ملک) میں اس کی عبادت کی جائے، لیکن بعض اعمال ایسے ہیں جن کو تم حقیر مانتے ہو، ان اعمال میں تم شیطان کی اطاعت کرو گے اور اس کی وجہ سے وہ تم سے راضی رہے گا۔“

لے یہ محمد بن عبد الوہاب کے الفاظ ہیں جو ان کے بھائی ان کو لکھ رہے ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کا فر قرار دیکر امیر نجد اور نجدیوں کے واسطے قتل و غارت گری کا سامان مہیا کیا ہے یہی وہ زلازل اور فتن ہیں جن کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: ”تمہاری اس سرزمین میں پوری طرح شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ اس کی عبادت ہوگی، وہ ان اعمال پر راضی ہو گیا ہے جن کو تم حقیر سمجھتے ہو، فَاحْذَرُوا اَنْ يَّمَا النَّاسُ، اے لوگو! ڈرتے رہو“ میں تم میں وہ کچھ چھوڑ گیا ہوں کہ اگر تم نے اس کو پکڑا ہرگز نہ بھٹکو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

ص ۳۲ ابن ماجہ اور حاکم نے حذیفہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يُذَرِّسُ الْاِسْلَامَ كَمَا يَذَرِّسُ وَشْيُ النَّوْبِ ”اسلام مٹ جائے گا، محو ہو جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار مٹ جاتے ہیں۔“ کسی کو خبر نہ رہے گی کہ روزہ کیا ہے، زکات کیا ہے، نماز کیا ہے اور حج کیا ہے، اللہ کی کتاب پر ایسی رات آنے لگی کہ روئے زمین پر ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، لوگوں کے طائفے باقی رہ جائیں، بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں کہیں گی ہم نے اپنے باپ دادا کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا پایا تھا اور ہم بھی اس کو کہتے ہیں۔

حذیفہ نے اس حدیث کو حذیفہ بن زفر سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے حذیفہ سے کہا: یہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کا کہنا ان کو کیا فائدہ پہنچائے گا جب کہ ان کو خریک نہ ہوگی کہ روزہ، نماز، زکات اور حج کیا ہے۔ یہ سن کر حذیفہ نے منہ موڑ لیا۔ صلہ نے تین بار حذیفہ سے دریافت کیا اور حذیفہ نے تینوں بار منہ موڑ لیا۔ پھر صلہ کی طرف ملتفت ہو کر کہا: يَا صِلَّةُ تُنْجِيهِمْ مِنَ النَّارِ يَا صِلَّةُ تُنْجِيهِمْ مِنَ النَّارِ يَا صِلَّةُ تُنْجِيهِمْ مِنَ النَّارِ۔ اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا، اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا، اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا۔

ص ۳۳ ابو داؤد نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں ایمان کی اصل ہیں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے سے باز رہو، کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہو اور اس کو اسلام سے خارج نہ کرو۔

طبرانی نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی ہے: كُفُّوا عَنِ اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ لَا تَكْفُرُوْهُمْ



يَذُنُّبُ فَمَنْ كَفَرَ أَهْلُ لَدَالَةِ الْإِلَهِ فَهُوَ إِيَّائِي الْكُفْرُ أَقْرَبُ. ”باز رہو لا الہ الا اللہ کہنے والوں کے کسی گناہ کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہ دو، جس نے ان کو کافر قرار دیا، وہ خود کفر کے زیادہ قریب ہے۔“

تمام ہوا الصواعق الالہیہ کا خلاصہ۔ یہ رسالہ شایان مطالعہ ہے۔ اگر اس کا اردو میں ترجمہ ہو جائے عوام کو فائدہ ہوگا۔

### ۳ علامہ ابو حامد بن مرزوق کی کتاب کا خلاصہ

علامہ ابن مرزوق نے تقریباً پچیس سال پہلے کتاب ”التَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ وَجَهْلَةُ أَوْهَا بِرَبِّينَ“ لکھی ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے محمد بن عبد الوہاب کے حالات سامنے آجاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ از روزِ اوّل چاروں مذاہب کے علماء کرام امت مرحومہ کو اس فتنہ شنعار سے بچانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، ان حضرات نے حق کے لئے حق کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ کامل عنایت کرے۔

علامہ ابن مرزوق نے ان علماء کرام کا ذکر کیا ہے یا ان کی کتابوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے محمد بن عبد الوہاب کا رد کیا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ اس کا بیان کرتا ہوں :  
۱۔ علامہ محمد بن سلیمان گردی شافعی، یہ محمد بن عبد الوہاب کے استاد ہیں، انہوں نے محمد بن عبد الوہاب کے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی کتاب ”الصَّوَاعِقُ الْإِلَهِيَّةُ“ پر کئی اوراق کی تقریظ لکھی ہے۔

۲۔ علامہ عبد اللہ بن عبد اللطیف شافعی بھی محمد بن عبد الوہاب کے استاد ہیں، ”تَجْرِيدُ الْجِهَادِ لِمَدَائِعِ الْإِجْتِهَادِ“ مفید رسالہ لکھا ہے۔

۳۔ علامہ عقیف الدین عبد اللہ بن داؤد حنبلی نے رسالہ ”الصَّوَاعِقُ وَالسَّعُودُ“ لکھا اور اس پر نصیرہ، بغداد، حلب، آخسار وغیرہ کے علماء کرام نے تقریظیں لکھیں اور ”رَأْسُ الْإِحْتِمَاءِ“ واقع عمان کے قاضی نے اس کا خلاصہ لکھا۔

۴۔ علامہ محمد بن عبد الرحمن بن عفالق حنبلی نے رسالہ ”تَهْلُكَةُ الْمُتَقَلِّدِينَ بِمَنْ أَدْعَى تَجَدُّدَ الدِّينِ“

لکھا اور چند سوالات کے ساتھ یہ رسالہ محمد بن عبد الوہاب کو بھیجا، وہ جواب سے قاصر رہے۔  
۵۔ علامہ عطار مکہ مکرمہ کے علماء کرام میں سے ہیں، انہوں نے رسالہ ”الصَّارِفُ الْهِنْدِيُّ فِي عُقْنِ التَّجْدِي“ لکھا۔

۶۔ بیت المقدس کے عالم نے رسالہ ”السِّيُوفُ الثَّقَالُ“ لکھا۔

۷۔ علامہ سید علوی بن الحداد نے رسالہ ”السِّيْفُ الْبَازِزُ لِعُقْنِ الْمُتَكِرِّ عَلَى الْأَكْبَارِ“ لکھا، پھر دوسرا رسالہ ”مِصْبَاحُ الْأَنَامِ وَجَلَاءُ الظَّلَامِ“ لکھا۔

۸۔ علامہ عبد اللہ بن ابراہیم میرغنی نے رسالہ ”تَحْرِيطُ الْأَعْيَاءِ“ لکھا۔

۹۔ علامہ سید عبد الرحمن احسار کے مشہور عالم ہیں، انہوں نے ۶۷ اشعار کا قصیدہ قافیہ محمد بن عبد الوہاب کے رد میں لکھا۔

۱۰۔ علامہ احمد بن علی قبتانی بصری شافعی نے ایک رسالہ لکھا۔

۱۱۔ علامہ عبد الوہاب بن برکات شافعی نے ایک رسالہ لکھا۔

۱۲۔ علامہ عبد اللہ بن عیسیٰ المویسیٰ نے رسالہ لکھا۔

۱۳۔ شیخ احمد مصری احسانی نے رسالہ لکھا۔

۱۴۔ شیخ محمد صالح زمزمی شافعی نے رسالہ لکھا۔

۱۵۔ علامہ طاہر سنبل حنفی نے کتاب ”الْإِثْتِهَارُ لِلْأَوَّلِيَاءِ الْأَبْرَارِ“ لکھی۔

۱۶۔ محترم شہیر علامہ صالح الفلانی اپنے وطن سے حرمین شریفین ایک کتاب لائے، اس میں چاروں مذاہب کے علماء کی تحریریں محمد بن عبد الوہاب کے رد میں تھیں۔

۱۷۔ شیخ محمد بن احمد بن عبد اللطیف احسانی نے رسالہ لکھا۔

۱۸۔ تونس کے شیخ الاسلام علامہ اسماعیل تمیمی مالکی نے رسالہ لکھا، ان کی وفات ۱۲۴۸ھ میں ہوئی ہے۔

۱۹۔ علامہ محقق صالح الکواش تونس نے رسالہ لکھا۔

۲۰۔ علامہ محقق سید داؤد بغدادی حنفی نے رسالہ لکھا۔

۲۱۔ محمد بن عبد الوہاب نے ایک جماعت سے کہا کہ اپنے سر کے بال مند والو۔ جماعت نے



انکار کیا، محمد بن عبدالوہاب نے ان سب کے سر قلم کرادئے۔ اس جو رستم کو دیکھ کر سید منعمی نے محمد بن عبدالوہاب کے رد میں ایک قصیدہ دالیہ کہا۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے:

اِنِّیْ حَلَقْتُ رَاسِیْ بِالسَّکِّ اَکِیْنِ وَالْحَدِّ حَدِیْثُ صَحِیْحٌ بِالْاَسَانِیْدِ عَنْ جَدِّیْ

”کیا میرا سر پھریوں سے مونڈنے اور حد جاری کرنے کی کوئی صحیح حدیث میرے نانا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے۔“

۲۲ — علامہ سید محمد اسماعیل الامیر کے قصیدہ دالیہ اور پھر جوابی قصیدہ اور اس کی شرح ”مَحْوُ الْحَوْبَةِ فِي شَرْحِ اَبْنَاءِ التَّوْبَةِ“ کا ذکر ”بجملہ العلوم میں آچکا ہے۔

۲۳ — سید مصطفیٰ مصری بولاقی نے ۱۲۶ اشعار کا قصیدہ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں لکھا۔

۲۴ — علامہ سمودی نے دو جلد میں کتاب ”سَعَادَةُ الدَّارِیْنِ“ لکھی۔

۲۵ — علامہ سید احمد دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ نے رسالہ ”اَلدَّرُّ السَّیْنِیَّةُ“ لکھا۔

۲۶ — علامہ یوسف بہانی نے کتاب ”شَوَاهِدُ الْحَقِّ فِي التَّوَسُّلِ بِسَيِّدِ الْخَلْقِ“ لکھی۔

۲۷ — جمیل صدیقی زھاوی بغدادی نے رسالہ ”اَلْفَجْرُ الصَّادِقُ“ لکھا۔

۲۸ — شیخ مہدی مفتی فاس، مراکش نے مسئلہ توسل میں رد لکھا۔

۲۹ — شیخ مصطفیٰ حمای مصری نے رسالہ ”عَوْتُ الْعِبَادِ“ لکھا۔

۳۰ — شیخ ابراہیم علمی قادری اسکندری نے رسالہ ”جَلَالُ الْحَقِّ فِي كَشْفِ اَحْوَالِ اَوْرَاكِلِ الْخَلْقِ“ لکھا۔

۳۱ — علامہ سید انحرای نے رسالہ ”اَلْبَرَاهِیْنُ السَّاطِعَةُ“ لکھا۔

۳۲ — علامہ حسن شطری دمشقی نے رسالہ ”اَلنُّقُولُ الشَّرْعِیَّةُ فِي الرَّدِّ عَلٰی اَلْوَهَابِیَّةِ“ لکھا۔

۳۳ — علامہ اجل شیخ محمد حسنین مخلوف نے رسالہ ”اَلتَّوَسُّلُ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ“ لکھا۔

۳۴ — شیخ حسن خزبک نے رسالہ ”اَلْمَقَالَاتُ الْوَفِیَّةُ فِي الرَّدِّ عَلٰی اَلْوَهَابِیَّةِ“ لکھا۔

۳۵ — شیخ عطا الکرم دمشقی نے رسالہ ”اَلْاَقْوَامُ الْمَرْضِیَّةُ فِي الرَّدِّ عَلٰی اَلْوَهَابِیَّةِ“ لکھا۔

۳۶ — علامہ اجل شیخ یوسف الدیوبی شافعی نے ”مُجَلَّةُ الْاَدْرَهْمِ“ میں تین مقالے لکھے،

وہ اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں:

”میرے نام مکہ مکرمہ سے ایک بڑا خط، ایک مسلمان، کے نام سے آیا۔ اس نے

اپنا سوال بار بار دہرایا ہے۔ غالباً وہ سمجھتا ہے کہ سوال بہت مشکل اور ہمت شکن ہے۔ خط کی ابتدا اس طرح ہے:

يَا فَضِيلَةَ الشَّيْخِ اَرْجُوْكَ وَاَتَشَدُّكَ اللهُ اَلَّذِیْ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ اَلَا مَا حَقَّقَتْ هَذِهِ الْبَرَصُوعُ وَانْصَفَتْ فِیْهِ.

”اے صاحب فضیلت شیخ! میں تم سے التماس کرتا ہوں اور اس اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم اس موضوع میں تحقیق کرو اور انصاف سے کام لو، ہم خط لکھنے والے کی طعن و تشنیع سے درگزر کرتے ہوئے اس کے سوالات لکھتے ہیں:

سوال — کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مرے ہوئے بندوں سے سوال کیا کرو اور ان سے دعا کی طلب کرو؟ اس سلسلہ میں صرف ایک ہی حدیث لکھ دو۔

جواب — ہم سوال کو الٹ کر سائل سے پوچھتے ہیں: کیا سنت میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے؟ کیا آنحضرت نے فرمایا ہے کہ نیک بندوں سے سوال نہ کیا کرو؟ اس سلسلہ میں صرف ایک حدیث پیش کی جاسکتی ہے۔

ہم سائل سے کہتے ہیں: اشیاء کے جواز کے لئے حکم کا ہونا ضروری نہیں، جواز کے لئے مانعت کا نہ ہونا کافی ہے۔ علماء اُعلام نے اصول فقہ میں تفصیل سے اس کا بیان کیا ہے، جس کام میں مانعت نہ پائی جائے وہ مباح ہے اور اس کا کرنا جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ نے ہم کو بتایا ہے کہ جس فعل کا حکم آپ دیں، ہم اس کو کریں اور جس سے منع فرمائیں، اس کو نہ کریں اور جس کام کے متعلق آپ نے کچھ نہیں فرمایا ہے، وہ مباح ہے۔ یہ بات ان قواعد میں سے ہے جن کو علماء جانتے ہیں۔

پھر علامہ دیوبی نے یہ صحیح حدیث لکھی ہے: تَعَرَّضْ عَلٰی اَعْمَالِكُمْ فَاِنْ وَجَدْتَ خَيْرًا حَمِدْتَ اللهَ وَاِنْ وَجَدْتَ غَيْرَ ذَلِكَ اسْتَغْفَرْتَ لَكَ۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے، اگر ان کو میں نے اچھا پایا اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اس کے سوا پایا تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا۔

اور لکھا ہے: ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ابن قیم



نے اس کا پورا اعتراف کیا ہے اور کامل طور پر اس کو ثابت کیا ہے۔

تمام ہوا خلاصہ کتاب 'التوسل بالتبی وجہلۃ الوہابیین' کا

(۲) علامہ عبدالحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے "جلاء القلوب وکشف الکرم ووب" میں لکھا ہے:

وَقَدْ حَزَرَ الْعُلَمَاءُ الْأَعْلَامُ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ وَالْبَلَدِ الْحَرَامِ فِي جَوَازِ اسْتِغَاثَةِ جَهْلَةَ رَسَائِلَ لَا تَنْهَمُ رَابِعُو الْبَاطِلِ مَحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ.

"یمن اور مکہ مکرمہ کے علماء اعلام نے استغاثہ کے جواز میں کئی رسالے لکھے ہیں کیونکہ ان کا پالغی اور جاہل محمد بن عبد الوہاب سے پڑا ہے"

(۵) علامہ انور شاہ کشمیری کا قول "فیض الباری" ج ۱، ص ۱۸۱ میں ہے:

أَمَّا مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ النَّجْدِيُّ فَإِنَّهُ كَانَ رَجُلًا بَلِيغًا أَقِيلَ الْعِلْمِ يَتَسَارَعُ إِلَى الْحُكْمِ بِالْكَفْرِ وَلَا يَتَّبِعُ أَنْ يَفْتَحِمَ فِي هَذَا الْوَادِي إِلَّا مَنْ يَكُونُ مُتَحَفِّظًا مُتَقِنًا عَارِفًا بِوُجُوهِ الْكُفْرِ وَأَسْبَابِهِ.

"لیکن محمد بن عبد الوہاب نجدی بے وقوف اور کم علم شخص تھا۔ کافر کہنے کے حکم میں استعجال کرتا تھا، کفر سازی کی وادی میں اس شخص کو قدم رکھنا چاہئے جس کی چاروں طرف نظر ہو، اچھا سمجھ دار ہو، اور کفر کے اسباب اور وجوہ سے پوری طرح باخبر ہو۔

### علماء اعلام کی تحریرات اور اقوال کا خلاصہ

(۱) محمد بن عبد الوہاب کا جزوی علم تھا۔ اور وہ غبی تھا۔

(۲) وہ تقلید کو حرام کہتے تھے، اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔

(۳) وہ خود ابن تیمیہ اور ابن قیم کے مقلد تھے۔

(۴) انھوں نے کسی ماہر اور سمجھ دار استاد سے نہیں پڑھا ہے۔

(۵) وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیتے تھے۔

(۶) وہ بے دریغ مسلمانوں کا خون بہاتے تھے۔

(۷) مکر و فریب سے بھی مسلمانوں کو قتل کرتے تھے۔

(۸) مسلمانوں کا مال و اسباب لوٹتے تھے۔

تحقیق کا نیا معیار: ایک عرصہ سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ تاریخی واقعات پر بحث کرنے والے بعض افراد اپنے خیالات فاسدہ، اوہام باطلہ کو تاریخ کے نام پر ظاہر کر کے فضلاً اور اکابر پر بلا وجہ الزامات عائد کرتے ہیں اور پھر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء میں کتاب "حضرت مجدد اور ان کے ناقدین" کی تالیف کے وقت اس کیفیت کا پوری طرح احساس ہوا۔ اتفاق سے اس کے بعد ایک کرم فرما تشریف لائے (افسوس ہے ان کا نام اس وقت یاد نہیں) اور ان سے اس بات کا تذکرہ آیا۔ وہ دوسرے دن مجھے 'برہان' دہلی کا شمارہ ۳ (جلد ۸۴) لائے۔ اس میں ڈاکٹر جمال محمد صدیقی لکچرار شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا مقالہ ہے، انھوں نے اپنے مقالہ میں اس صورت حال کی حقیقت واضح کر دی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"یوں تو ہر دور اور ہر زمانہ میں تاریخ نویسی کسی نہ کسی تعصب کا شکار رہی ہے"

لیکن جب سے تاریخ کا مطالعہ مارکسی نقطہ نظر سے کیا جانے لگا ہے، ایک دوسری ہی صورت حال پیدا ہو گئی ہے، مارکسی مورخین زیادہ تر معاشی اور زرعی پہلوؤں کی تحقیق پر زور دیتے ہیں، تاکہ تمام انسانی سماج کی تاریخ کو طبقات کش مکش کی تاریخ سے تعبیر کرنے میں آسانی ہو، مگر جب سے سیاسی، مذہبی اور ثقافتی تاریخ کی تشریح بھی اس درآدم شدہ نظریہ کی روشنی میں شروع کی گئی ہے ایک انتہائی مایوس کن صورت حال سامنے آ گئی ہے، مارکسی مورخین کے اس مایوس کن تاریخ نویسی کے جائزہ کی ابتدا ہم پروفیسر عرفان حبیب (جو مارکسی نظریات رکھتے ہیں) کے ایک مقالے سے کرتے ہیں جس میں انھوں نے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی افکار و کردار سے بحث کی ہے۔

تاریخ نویسی میں مارکسی نقطہ نظر اور طریقہ کار نے ان افراد پر بھی خوب اثر کیا ہے جو کسی حزب یا جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ایسے لوگ اپنی جماعت کی تائید کے لئے بڑی خوبی



سے غلط دعا دی کر جاتے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت ایک صاحب کا مختصر رسالہ ہے، طباعت بہت عمدہ، کتابت دیدہ زیب، کاغذ نفیس۔ اس میں محمد بن عبد الوہاب کے یہ اقوال لکھے ہیں:

۱۔ میں چھ صدیوں سے ملت اسلامیہ کو گمراہ نہیں سمجھتا۔

۲۔ میں تقلید سے خارج نہیں ہوں۔

۳۔ میں توسل کا مخالف نہیں ہوں۔

۴۔ دلائل الخیرات وغیرہ کا مخالف نہیں ہوں۔

۵۔ رسول اللہ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو حرام اور ناجائز نہیں سمجھتا ہوں۔

کاش جناب مؤلف محمد بن عبد الوہاب کے رسالے دیکھ لیتے، اور صورت حال یہ ہوتی جو ان موضوعی اقوال میں ہے تو عالم اسلام کے علماء اعلام اُن سے شاک کی کیوں ہوتے۔ علامہ سید محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے قصیدہ مدحیہ دالیہ کہا اور محمد بن عبد الوہاب کو بھیجا۔ اس قصیدہ کی وجہ سے جو رستم میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ انھوں نے دوسرا دالیہ قصیدہ لکھا، پھر اس کی شرح لکھی اور اس کا نام ”مَحْوُ الْخَوْبَةِ فِي شَرْحِ أَبْنَاءِ التَّوْبَةِ“ رکھا، یعنی توبہ کے اشعار کی شرح لکھ کر اپنے گناہ کا مٹانا۔ اپنی خطا کا اقرار کرنا ہی بڑی بات ہے چرچے کے کوئی کتاب لکھ کر اظہارِ ندامت اور توبہ کرے!

جناب مؤلف خیال کرتے کہ امام عبد اللہ بن محمد بن عیسیٰ رسالہ ”السَّيْفُ الْهِنْدِيُّ فِي إِبَانَةِ طَرِيقَةِ الشَّيْخِ النَّجْدِيِّ“ کیوں تالیف فرماتے اور کیوں یہ نام تجویز کرتے!

اور جناب مؤلف شیخ سلیمان کا رسالہ ”الصَّوْاعِقُ الْإِلَهِيَّةُ فِي التَّرَدُّ عَلَى الْوَهَابِيَّةِ“ دیکھتے جس میں احادیث مبارکہ سے استدلال ہے، ہر حدیث بہ منزلہ ایک کرک کے ہے، لہذا رسالہ صَوَاعِقُ الْإِلَهِيَّةِ ہوا۔

بے شک محرم ۱۲۱۸ھ میں وہابیہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور محمد بن عبد الوہاب کے بیٹے عبد اللہ نے وہاں ایک رسالہ تقسیم کیا۔ اس کا ذکر صدیق حسن خاں نے کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس رسالہ میں بہت کچھ ان باتوں کا انکار ہے جو اُن کی طرف منسوب ہیں۔

یہ رسالہ قلمی اُسی وقت کا لکھا ہوا میرے پاس موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے:

وَلَا يَأْمُرُ بِخِلَافِ شَيْءٍ مِنَ الْمُؤَلَّفَاتِ أَصْلًا إِلَّا مَا اشْتَمَلَ عَلَى مَا يُؤْتِجُ النَّاسَ فِي الشِّرْكِ كَرُوضِ الرِّيَاحِينَ أَوْ يَحْصُلُ بِسَبَبِهِ خَلَلٌ فِي الْقَعَائِدِ كَعَلِمِ الْمَسْطِيقِ فَإِنَّهُ قَدْ حَرَمَهُ جَمْعُ مِنَ الْعُلَمَاءِ، عَلَى أَنَا لَا نَفْخَصُ مِنْ مِثْلِ ذَلِكَ وَكَالِدَ الْإِثْلِ إِلَّا إِنْ تَظَاهَرَ صَاحِبُهُ مُعَانِدًا أَثْلَفَ عَلَيْهِ.

”ہم اصلاً کتابوں کے تلف کرنے کا حکم نہیں دیتے، بسوا ان کتابوں کے جو لوگوں کو شرک میں ڈالتی ہیں جیسے روض الریاحین، یہ یا وہ کتابیں جن کی وجہ سے عقائد میں خلل پڑے جس طرح علم منطق ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے، پھر بھی ہم ایسی کتابوں کی تلاش نہیں کرتے جیسی دلائل الخیرات ہے اور اگر اس کا مالک از روئے عناد ظاہر کرے تو تلف کر دیتے ہیں۔“

عبد اللہ نے اہل مکہ کو اپنی طرف مائل کرنے کے واسطے یہ رسالہ لکھا ہے، لہذا بہت کچھ ان باتوں کا انکار ہے جو اُن کے والد لکھ گئے ہیں۔ اس رسالہ کی تقسیم کے تین سال بعد اہل طائف کا قتل عام کیا گیا اور سات محرم ۱۲۲۱ھ جمعہ کے دن طائف سے نجدیوں نے محمد بن عبد الوہاب کا مختصر رسالہ اہل مکہ کو بھیجا، جس کا بیان ”ابجد العلوم“ کے بیان کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ یہ رسالہ ہر جگہ اُسی سال پہنچا ہے، مؤلف اس رسالہ کو اٹھا کر دیکھتے۔ اس رسالہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہے:

اعْلَمُوا أَنَّ الشِّرْكَ قَدْ شَاعَ فِي هَذِهِ النَّهْمَانِ وَذَاعَ وَالْمُوقِدُ إِلَى مَا وَعَدَ اللَّهُ وَقَالَ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ.

”جان لو کہ اس زمانہ میں شرک شائع ہو گیا اور پھیل گیا ہے اور کیفیت وہ ہو گئی ہے جس کا بیان اللہ نے کیا ہے اور کہا ہے: اور یقین نہیں لاتے لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔“ اور لکھا ہے:

فَمَنْ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْأَلُكَ الشَّقْلَةَ، يَا مُحَمَّدُ أَدْعُ اللَّهَ فِي قَضَائِهَا حَاجِقُ يَا مُحَمَّدُ أَسْأَلُ اللَّهَ بِكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَى اللَّهِ بِكَ، وَكُلُّ مَنْ نَادَا فَقَدْ أَشْرَكَ شِرْكًا أَكْبَرَ.



” جس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تم سے شفاعت کا طلب گار ہوں، اے محمد! میری حاجت روائی کے لئے اللہ سے دعا کرو، اے محمد! میں تمہارے واسطے سے اللہ سے سوال کرتا ہوں اور میں تم کو واسطہ بنا کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور جو شخص بھی ان کو پکارے اس نے شرک اکبر (بہت بڑا شرک) کیا ہے۔“ اور لکھا ہے:

تَمَّ الزَّمَانُ لِلَّهِ عَلَى الْمَشْرُكِينَ الَّذِينَ يَسْتَعْلُونَ الْخُلُقَيْنِ وَيُنَادُوْنَهُمْ مَعَ زَعْمِهِمْ  
أَنَّهُمْ آذَوْنَ مِنَ اللَّهِ، أَمَّا السَّابِقُونَ فَلِلَّاتِ وَالْعَرَبِيُّ وَالشَّوَامِ وَأَمَّا الْآخِرُونَ  
فَمَحْمَدٌ وَنَجِيُّ وَعَبْدُ الْقَادِرِ وَالْكَلِّ سَوَاءٌ.

” اللہ کی بخت مشرکوں پر پروری ہو گئی ہے جو مخلوق سے سوال کرتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں، باوجود اس خیال کرنے کے کہ وہ اللہ سے بہت پست مرتبہ ہیں۔ لات، عسٹری اور شوام پہلے ہیں اور محمد، علی اور عبدالقادر پچھلے ہیں، اور سب برابر ہیں۔“ اور لکھا ہے:

إِنَّ الشَّعْرَ إِلَى قَبْرِ مُحَمَّدٍ وَمَسَاجِدِهِ وَأَثَارِهِ وَقَبْرِ نَبِيِّ دَوْلَةٍ وَسَائِرِ  
الْأَوْتَانِ وَكَذَلِكَ أَطْوَأُهُ وَتَعْظِيمُ حَرَمِهِمْ وَتَرْكُ الصَّبِيِّ وَالْخُزْنِ عَنْ قَطْعِ الشَّجَرِ  
وَعَيْرِهَا شَرٌّ أَكْبَرُ.

” محمد کی قبر کو ان کے مشاہد، ان کی مساجد اور ان کے آثار کو اور کسی نبی یا ولی کی قبر کو اور تمام مورتیوں کو سفر کرنا اور اسی طرح اس کا طواف کرنا، اُس احاطی کی تعظیم کرنی، وہاں کے شکار کو چھوڑنا اور درخت وغیرہ کے کاٹنے سے بچنا شرک اکبر ہے۔“ اور لکھا ہے:

أَنَّهُمَا الْمَجَانِبِينَ لِمَا لَا تَقُولُونَ يَا اللَّهُ وَهُوَ مَعَكُمْ فَإِنِّي حَاجِبٌ إِلَى الْمَسْجِدِ إِلَى مُحَمَّدٍ  
وَالشَّجْعَةِ إِلَيْهِ.

” اے دیوانو! تم اے اللہ! کیوں نہیں کہتے، کیا حاجت ہے محمد کے پاس آنے کی اور ان کی طرف لوٹنے کی۔“

جناب مؤلف محمد بن عبدالوہاب کی ان تحریرات کو پڑھیں جو مختصر ”کتاب التوحید“ کے پہلے باب میں ہیں اور پھر اپنے مزعومہ اقوال پر نظر ڈالیں۔ ڈھائی سو سال سے اس امتِ مرحومہ کو راہ ہدایت بتانے والے حضرات علماء کرام دنیا کے گوشہ گوشہ سے، مراکش، جزائر،

لیبیا، تونس، مصر، قدس، لبنان، شام، عراق، ترکیہ، یمن اور حجاز سے محمد بن عبدالوہاب کی بے راہ روی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان حضرات نے ہر طرح سے کتابیں اور رسائل لکھ کر، وعظ و نصیحت کر کے حق کا اظہار کیا ہے۔ ان حضرات نے ایک بھی جھوٹا الزام عائد نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اجر دے اور ہم کو اتباع حق کی توفیق عنایت فرمائے۔

جناب مؤلف توسل کے سلسلہ میں اس قطع واقعہ پر نظر ڈالیں جو علامہ حبیب الرحمن کئی الابداری رحمۃ اللہ علیہ رضی عنہ کو حج ۱۳۹۹ھ سے چند روز پہلے پیش آیا۔ ان کی خطا یہی تھی کہ وہ توسل کے قائل تھے اور وہ زبان سے اور دل سے کہتے تھے:

يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ إِنَّمَا الْفَوْزُ وَالْفَلَاحُ لَدَيْكَ

” اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو کامیابی اور فلاح آپ ہی کے پاس ہے“ وہ گرفتار ہوئے اور فوراً قاضی نے حکم لکھا کہ یہ شخص مشرک ہے اور اس کو اس کے وطن روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حج سے دو چار دن پہلے ان کو ہندوستان بھیج دیا گیا۔

بجرم عشق توام می کشند و غوغا نیست تو نیز بر سر بام آعجب تماشا نیست اس واقعہ کو مولانا عبدالقیوم ہزاروی نے عربی میں رسالہ ”توسل“ لکھ کر اطراف عالم میں نشر کر دیا ہے۔ قاضی کے فیصلہ کی نقل اور جناب علامہ کی روانگی کا حال اس میں درج ہے۔

نماز خاص اللہ کی عبادت ہے، اس کا خاتمہ اَسْلَامٌ عَلَيْكَ لَيْتُمَا الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ یعنی ”سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔“ پر ہے۔ خوش نصیب

افراد پانچوں وقت سلام عرض کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اگر حجۃ الاسلام امام غزالی کی ”احیاء العلوم“ یا اس کے اردو ترجمہ ”مناق العارفین“ میں اس بیان کو پڑھ لیا جائے بہت بہتر ہو۔

محمد از تومی خواہم خدا را الہی از تو عشق مصطفیٰ را

محمد بن عبدالوہاب کے انصار میں سے ایک صاحب نے لکھا ہے:

”محمد بن عبدالوہاب کے رسائل میں ان کے مخالفین تحریفات کرتے ہیں۔“

علامہ ابن مرزوق نے تقریباً چالیس افراد کے نام اور ان کی تالیفات کا ذکر کیا ہے اور نواب صدیق حسن خاں نے چند گرامی قدر افراد کا بیان کیا ہے۔ کیا ان افراد کی تالیفات میں کوئی



تحریف دکھائی جاسکتی ہے۔ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کے مرنے کے چند سال بعد ان کے بیٹے عبد اللہ نے مکہ مکرمہ میں رسالہ تقسیم کیا، جو کہ تصرفات سے پُر ہے، اس کا اعتراف صدیق حسن خاں کر رہے ہیں۔ میرے سامنے نواب قطب الدین خاں کی ”ظفر جلیل“ اور مولانا انور شاہ کی ”امالی فیض الباری“ ہے۔ ان کو دیکھا جائے کہ پیروان محمد بن عبد الوہاب کیا کر رہے ہیں۔ محمد بن عبد الوہاب کے ایک سرگرم حمایتی تحریر فرماتے ہیں :

محمد بن عبد الوہاب کی طرف نسبت کریں تو قاعدے سے 'محمدی' کہیں گے، مگر محمدی لقب تو بیزنام کرنے کے لئے کافی نہ تھا، اس لئے شیخ الاسلام کے والد عبد الوہاب کی طرف نسبت کر کے 'وہابیت' کا لقب ایک مذہبی گالی کے طور پر ایجاد کیا گیا۔

کاش محرم صاحب کسی اہل علم سے عرب میں نسبت کرنے کے قاعدے کو پوچھ لیتے، ”محمد“ ہمارے سردار محبوب کردگار کا اسم گرامی ہے لیکن آپ کے پیروان کو ”محمدی“ نہیں کہا گیا۔ امام محمد بن ادریس کے والد کے دادا کا نام شافع تھا اور ان کے پیروان ”شافعی“ کہلائے، امام احمد بن محمد بن حنبل کے مذہب کی نسبت ان کے دادا کے نام کی طرف کی گئی ہے، حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد کی نسبت غزالی کس مناسبت سے ہے۔ کیا اس کی طرف کبھی کتبہ ’جب نے خیال کیا ہے، آپ کے والد ماجد سوت کاتا کرتے تھے۔ عربی میں سوت کاتنے والے کو ”غزال“ کہتے ہیں، جب حضرت امام آسمان رُشد و ہدایت میں روشن تارے کی طرح چمکے، اپنے حضرت والد کے پیشے کی طرف منسوب ہوئے۔ از روئے قاعدہ آپ کو ”غزال“ کہنا چاہئے تھا لیکن ’زا‘ کو مخفف کیا اور ’یا‘ کا اضافہ کر دیا گیا۔ ”شَذَرَاتُ الذَّهَبِ“ میں لکھا ہے: جس طرح اہل خراسان نے ’خَبَازِی‘ اور ’عَطَّارِی‘ میں ’یا‘ کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی نسبت ایک معمولی پیشے کی طرف ہوئی اور اس پر فخر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے :

عَزَّالَتْ لَهُمْ عُرْوَةً زَرْفِيًّا فَلَمْ أَجِدْ رِغْزِي نَسَاجًا فَكَسَرْتُ رِغْزِي  
 ”میں نے ان کے واسطے بہت عمدہ سوت کاٹا اور جب میں نے کسی کو اس سے بٹننے کے قابل نہ پایا میں نے اپنی چرخنی توڑ دی۔“  
 نہ شافعی کی نسبت میں طنز ہے، نہ حنبلی کی نسبت میں طعن، نہ غزالی کی نسبت میں استخفاف

اور نہ وہابی کی نسبت میں شتم۔ محرر صاحب کے تخیلات ان کے سامنے آرہے ہیں اور وہ دوسروں کی طرف اس کی نسبت کر رہے ہیں۔ لکھنے سے پہلے اتنا تو سوچ لیتے کہ ”وہاب“ اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے ایک مبارک نام ہے اور اس کی طرف نسبت ”وہابی“ ہونا چاہئے لیکن اہل بدعت نے ”وہاب“ کو محقق کر دیا جیسا کہ ”غزالی“ میں ہوا ہے اور ”یار“ نسبتی لگا کر ”وہابی“ کر دیا۔

یہ نچد کی سرزمین قیّس کی وجہ سے عشق و محبت کی زمیں بنی، کوئی کہتا ہے :  
 باز خواں از نچد و از یارانِ نچد      تادر دیوار را آری بہ وُجد  
 اور کسی نے کہا ہے :

ناقد جب بھاگا تو بھاگا نجد سے کعبہ کی سمت پیچھے پیچھے قیس تھا آگے خدا کا نام تھا وہی نجد کی سرزمین محمد بن عبد الوہاب کی وجہ سے زلازل و فتن کا مرکز بنی۔

علامہ ابن مرزوق نے لکھا ہے کہ سلیمان نے اپنے بھائی محمد بن عبد الوہاب سے پوچھا: اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: پانچ۔ سلیمان نے کہا: اَنْتَ جَعَلْتَهَا سِتَّةً، وَالسَّادِسُ، مَنْ لَمْ يَتَّبِعْكَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ۔

”آپ نے ان کو چھ کر دیا ہے اور چھٹایہ ہے کہ جو آپ کی پیروی نہ کرے وہ مسلم نہیں ہے۔“  
 حجۃ الاسلام امام غزالی کی نسبت ایک معمولی پیشے کی طرف ہے لیکن اللہ کے نیک بندوں  
 کے نزدیک ان کی عظمت اور منزلت کیسی ہے، ذرا علامہ آشنوی کے بیان کو مطالعہ کیا جائے  
 کہ کس محبت اور عقیدت سے لکھ رہے ہیں۔ رحمہ اللہ۔

الغزالی إماماً يأسى به تنسح الصدور وتحيى النفوس وبوسمه تفخر المحابر  
وتهمز الطروس وبسماعه تخشع الأصوات وتخصص الرؤس له  
”غزالی وہ امام ہیں جن کے نام سے سینوں میں نشر اور نفوس میں حیات ہوتی ہے اور ان کا حال لکھتے وقت  
دواتوں کو فخر ہوتا ہے اور اوراق جھوم اٹھتے ہیں ان کا ذکر سنتے وقت آوازیں پست اور سرجھک جاتے ہیں۔“  
حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی نے اس گیلی مٹی کا بیان کیا جو دم دیتے وقت دیک کے ڈھلنے میں لگاتے ہیں:  
گلے خوش بوے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بہ دستم



ہے دو گفتم کہ مشکى یا عبیری کہ از بوی دل آویزے تو مستم  
بگفتا من گچہ ناچیز بودم و لیکن مدتے باگل نشستم  
جمال ہم نشین در من اثر کرد و گرنہ من ہماں خاتم کہ ہستم

ہمارے حضرات عالی قدر قدس اللہ اسرارہم نے کتاب "احیاء علوم الدین" کے متعلق فرمایا ہے:  
"یہ بڑی برکت والی کتاب ہے اس کے مطالعے سے بہت لوگ درجات ولایت پر پہنچے ہیں۔"  
محمد بن عبد الوہاب کے سرگرم حمایتی کو لفظ "وہابی" میں سب و شتم کی بو آئی ہے، وہ بو  
سب و شتم کی نہیں ہے، بلکہ یہ ان ہزار ہا بندگان خدا کے ناحق خون کی بساندہ ہے، ان ہزار ہا  
عورتوں اور بچوں کی دل جلی آہ ہے جن کا سب کچھ لوٹا گیا ہے، اور سب زیادہ یہ ان گستاخانہ  
تحریرات کا اثر ہے جو تاجدار انبیا محبوب کبریا یا نَفْسِنَا هُوَ وَاَبَانَا وَاَمَهَاتِنَا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ  
وَسَلَّم کے متعلق توحید کی حفاظت کے نام پر لکھی گئی ہیں۔ پروردگار حضرات صحابہ خطاب  
کر رہا ہے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَتَقُولُوا نَحْنُ مُنْظَرُونَ۔ یعنی تم یہودیوں کی بولی  
"راعنا" نہ بولو بلکہ ادب سے انظرنا کہو۔ اور محمد بن عبد الوہاب لکھتا ہے:  
"اَمَّا السَّاقِیُونَ فَالِلَّاتِ وَالْعُزَّىٰ وَالسَّوَاعِ وَامَّا الْاَاجِفُونَ فَمَحْمَدٌ وَعَلِیٌّ وَ  
عَبْدُ الْقَادِرِ وَالْحُشُّ سَوَاءٌ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ۔"

ایک بد بخت نجدی کے سامنے ایک رفیق نے سیدنا مَحْمَدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
کہہ دیا۔ وہ بولا: اَللّٰہُ هُوَ اللّٰہُ، یعنی "سید تو اللہ ہی ہے محمد نہیں ہیں۔" اس کا کیا گیا: اللہ تعالیٰ  
حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے: سَيِّدًا اَوْحَیْوْا لَیْسَ مِنْ کُرْہِ بے ادب خاموش ہوا۔  
ایسی عبارت لکھنے والے کا کیا حکم ہے اس کا بیان حضرات علماء کرام کریں گے، ہم تو اس  
کے قائل اور اس کے معتقد۔ سے بیزار ہیں اور کہتے ہیں: اِنَّمَا هُمْ فِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔  
اور اتنا جانتے ہیں کہ فرقہ دہا بیہ اہل ابوار کے مسلک پر چل رہا ہے۔ بیکیر نے نافع سے پوچھا کہ  
حَرْوْرِیَہ (خوارج) کے متعلق ابن عمر کی کیا رائے تھی؟ نافع نے کہا: تَرَاکُمُ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰہِ اِنَّہُمْ  
اُفْلَکُوْا اِلٰی اٰیَاتِ اُنْزِلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ "ان کے نزدیک وہ اللہ کی  
مخلوق میں بدترین ہیں، انھوں نے ان آیات کو جو کافروں کے بائے میں نازل ہوئی ہیں تو منوں  
پر راست کر دی ہیں۔" یہی حالت محمد بن عبد الوہاب کی ہے۔ اللہ اس کے شر سے بچائے۔

## مولانا اسماعیل دہلوی

ولادت: ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ، ۳۰ مارچ ۱۷۷۹ء، مقام پھلت ضلع مظفر نگر میں،

وفات: ۲۳ ذی القعدہ ۱۲۳۶ھ، ۲۰ مئی ۱۸۳۱ء، مقام بالا کوٹ، سرحد میں،

عمر: قمری حساب سے ۵۳ سال ۷ ماہ ۱۲ دن۔

شمسی حساب سے ۵۲ سال ۸ ماہ ۱ دن۔

آپ کے احوال مستقلًا یا جناب سید احمد صاحب کے احوال میں ضمناً بہ کثرت لکھے  
گئے ہیں۔ میں اختصار کے ساتھ بعض احوال لکھتا ہوں۔

آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے والد بزرگوار شاہ عبدالغنی فرزند اصغر حضرت  
شاہ ولی اللہ سے پڑھیں۔ ان کی وفات ۱۲۰۳ھ میں ہوئی، پھر آپ کی تربیت آپ کے  
اعمام گرامی شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے سپرد ہوئی، بعض تذکرہ  
نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کچھوٹے چچا شاہ عبدالقادر کو آپ سے بیشتر تعلق تھا اور انھوں نے  
اپنی نواسی کلثوم سے آپ کا عقد نکاح کیا۔ سولہ سال کی عمر میں کسبِ علوم سے فارغ ہوئے۔  
میں نے خود رسائی میں کچھ سال افراد سے سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا اسحاق اور  
مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمَاعِیْلَ  
وَاِسْحَاقَ، "شکر ہے اللہ کو جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق۔"

اسماعیل آپ کے بھتیجے اور اسحاق آپ کے نواسے دونوں بہ منزلہ اولاد۔  
آپ کا خاندان علمی تھا اور سارے ہندوستان میں مشہور و محترم تھا۔ آپ کے جدِ امجد  
حضرت شاہ ولی اللہ علم ظاہر اور علم باطن میں کمال حاصل کرنے کے بعد حرمین شریفین ۱۱۳۳ھ  
میں تشریف لے گئے۔ وہاں علم ظاہر علمائے اعلام سے خاص کر علامہ ابوطاہر جمال الدین محمد بن  
برہان الدین ابراہیم مدنی، گردی، گورانی، شافعی سے درجہ اکمال و تکمیل کو پہنچایا اور باطن کا  
تصفیہ، تزکیہ، صیقل اور جلا، بیت اللہ المبارک، آثارِ متبرکہ، مشاہیرِ مقدسہ اور روضہ



مُطَهَّرہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلَٰۃُ وَالتَّحِیَّۃُ کی خاکِ رومی اور ان ائمہ مقدسہ میں جہنہ سانی سے اس سلسلے میں آپ کی مبارک تالیف ”فیوض الحرمین“ اور ”الْمَشَٰهَدُ الْمُبَارَکَةُ“ شایان مطالعہ ہیں۔ مؤخر الذکر رسالہ کا ایک قلمی نسخہ خانہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو اللہ نے علم دیا، وہ علماءِ اَعْلَام کے طریقے پر قائم رہے، تالیف تدریس اور تلقین ذکر شریف ہی آپ کا مشغلہ رہا۔ چونکہ آپ نے علامہ کورانی شافعی سے اخذ علم کیا، اس وجہ سے آپ کا کچھ میلان شافعیہ کی طرف بھی ہو گیا اور اس سلسلے میں آپ نے اپنی تحقیقات کا اظہار کتابوں میں کیا ہے، جیسا کہ علماءِ اَعْلَام کا طریقہ رہا ہے۔ آپ کا جزا دگانِ کرامی بھی اسی مسلک پر قائم ہے، ان کی تالیفات ان کی جلالتِ قدر پر دال ہیں۔

ان حضرات کے بعد ان کے صاحبزادوں کا دور آیا۔ شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کی اولاد ذکر نہ تھی، شاہ رفیع الدین کے چھ صاحبزادے تھے: محمد عیسیٰ، مصطفیٰ، مخصوص اللہ، محمد حسین، محمد موسیٰ، محمد حسن۔ اور شاہ عبدالغنی کا ایک صاحبزادہ محمد اسماعیل۔ اللہ کے فضل سے یہ ساتوں علم و فضل سے محلی تھے۔

مولانا نسیم احمد دہوی نے ”تذکرہ حضرت شاہ اسماعیل“ میں آپ کی نو تالیفات کا بیان کیا ہے: (۱) ایضاح الحق الصریح (۲) منصبِ امامت (۳) اصول فقہ (۴) تنویر العینین (۵) رسالہ منطق (۶) عبقات (۷) تقویۃ الایمان (۸) صراطِ مستقیم (۹) رسالہ یک روزی۔

مولانا حکیم محمود احمد برکاتی نے ”شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان“ میں رسالہ منطق اور عبقات کا ذکر نہیں کیا ہے اور ”تنویر العینین“ کے متعلق حاشیہ میں ”تنبیہ الضالین“ سے لکھا ہے: ”ان کی شہادت کے بعد لوگوں نے ان کے نام سے یہ رسالہ لکھ کر شہرت دی ہے۔“ مولانا حکیم عبدالشکور مرزا پوری نے ”التحقیق الجدید“ میں مولانا اسماعیل کی طرف منسوب سترہ رسائل کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ سہل الحصول فی علم المنقول ۲۔ عبقات ۳۔ اصول فقہ ۴۔ رد الاشراک ۵۔ تنویر العینین ۶۔ حواشی ۷۔ خطبہ ۸۔ یک روزی ۹۔ منصبِ امامت

۱۰۔ صراطِ مستقیم ۱۱۔ ایضاح الحق الصریح ۱۲۔ حقیقۃ الصلاۃ ۱۳۔ شتوی سلک نور ۱۴۔ تقویۃ الایمان ۱۵۔ حقیقۃ التصوف ۱۶۔ تذکرۃ الأخوی ۱۷۔ خطوط۔ حکیم صاحب نے تحقیق کر کے لکھا ہے کہ ”صراطِ مستقیم“، ”تنویر العینین“ اور ”ایضاح الحق الصریح“ آپ کی تالیفات میں سے نہیں ہیں اور ”تقویۃ الایمان“ کے متعلق حکیم صاحب کی تحقیق قابلِ قدر ہے۔ آپ نے پوری طرح بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

”ناظرین! تقویۃ الایمان کے مُخَرَّف اور غیر معتبر ہونے کی یہ طویل داستان اس کے صرف آٹھ مختلف نسخوں کے مقابلے کا نتیجہ ہے، جس میں ہر طرح کی تحریف موجود ہے، نیز وہ ایسی اور اتنی ہے کہ ثبوتِ دعا کے لئے یقیناً کافی ہے۔“

کاش حکیم صاحب محمد بن عبدالوہاب کا وہ مختصر رسالہ جو جمعہ سات محرم ۱۲۲۱ھ کو نجدیوں کے مکرمہ ارسال کیا ہے، دیکھ لیتے اور مولانا فضل رسول بدایونی کے اس مکتوب کو جو کہ انھوں نے مولانا مخصوص اللہ فرزند شاہ رفیع الدین کو لکھا ہے اور مولانا مخصوص اللہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے، مطالعہ کر لیتے اور پھر یہ تحقیق کرتے، یقیناً آپ کی تحقیق کی شان کچھ اور ہوتی، حکیم صاحب نے تقویۃ الایمان کے حصہ دوم کے متعلق لکھا ہے:

”میرا خیال ہے کہ مولانا شہید کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے۔“ اور لکھا ہے: ”مولوی محمد سلطان صاحب معلوم نہیں کون بزرگ اور کس مذہب کے ہیں لیکن تذکرہ الاخوان کی عبارت سے مرشح ہوتا ہے کہ اگر وہ غیر مقلد نہیں تو مائل بہ غیر مقلدیت ضرور ہیں۔“

حکیم صاحب کی تحقیق مکتوبِ عربی کے متعلق بہت اچھی ہے۔ جزا اللہ خیراً۔

حکیم صاحب نے مولانا اسماعیل کی تالیفات کی فہرست لکھی ہے اور ان کے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے۔ اس فہرست میں ”رسالہ چہارہ مسائل“ کا ذکر نہیں ہے، حالانکہ یہ ایک نہایت مستند وثیقہ ہے۔ مولانا مخصوص اللہ فرزند سیوم شاہ رفیع الدین نے ۱۲۴۰ھ میں جامع مسجد دہلی میں مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی سے تقویۃ الایمان کی محتویات کے متعلق استفسارات کئے تھے، مولانا مخصوص اللہ کے ساتھ علماء کرام کی بڑی جماعت تھی۔ مولانا رشید الدین خان صاحب نے چودہ سو سال لکھ کر مولانا اسماعیل کو دیے مولانا اسماعیل نے تفصیل کے ساتھ ان کے جوابات لکھے ہیں۔



یہ سوال و جواب ”رسالہ چہارہ مسائل“ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس رسالہ کا ذکر مکہ مکرمہ کے شیخ الدلائل مولانا عبدالحق آبادی مہاجر نے اپنی کتاب ”الذرائع المنظمہ فی بیان حکم مولد النبی الاعظم“ میں کیا ہے۔ صفحہ ۱۰۴ میں تحریر فرمایا ہے:

”حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ در جواب استفتاء چہارہ کہ مولانا رشید الدین خان صاحب نمودہ بودند، افادہ فرمودہ در جواب استفتاء سیزدم کہ عبارتش بعینہا اینک است“

اور پھر اپنے تیرہواں سوال اور جواب لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں اس رسالہ کے آخر میں ”چہارہ مسائل“ کو۔ آپ کی یہ کتاب ۱۳۰۴ھ میں تالیف ہوئی ہے اور ۱۳۰۷ھ میں مطبع محمود المطالع دہلی میں چھپی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس رسالے کو مولانا اسماعیل کے پیروان اور ان کے انصار نے نسبتاً منسبتاً کرنے کی کوشش کی ہو کیونکہ بد قسمتی سے شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلاف کی تالیفات زیادہ تر اس جماعت نے شائع کی ہیں۔ مولانا سید ظہیر الدین احمد نے ”تاویل الاحادیث“ کے خاتمہ میں لکھا ہے:

”آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ چڑھا اور موقع پر یا تو عبارت کو تغیر تبدیل کر دیا یا میں اس رسالے میں محمد بن عبد الوہاب کے حالات کے اخیر میں نواب قطب الدین خان کی طرف توجہ کی کے متعلق لکھ چکا ہوں کہ ان نام نہاد مدعیان سنت نے اپنے عقیدے کی بنا پر کیسی کاسٹ چھانٹ کی ہے۔ اس سلسلے میں اطراف لکھنؤ کے ایک صاحب تشریف لائے اور حال میں ایک کتاب کا جو لکھنؤ سے چھپی ہے اور اس طرح کے تصرفات کا مال ہے، ذکر کیا۔ یہ طریقہ یہود کا ہے یَجْزُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ جو کہ ان لوگوں نے اپنا یہ یعنی ”بے ڈھب کرتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے“ میرے پاس یہ رسالہ چہارہ مسائل اسی زمانے کا لکھا ہوا محفوظ ہے، توحید کے محافظوں کے تصرفات کو دیکھتے ہوئے ضروری سمجھا کہ اس رسالے کو اس تالیف میں محفوظ کر دیا جائے۔

۱۷ ترکی دور حکومت میں شیخ الدلائل کا حرمین شریفین میں ایک منصب تھا وہ دلائل الخیرات کی اجازت لوگوں کو دیتا تھا۔

۱۸ ملاحظہ کریں ”شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان“ از مولانا حکیم محمود احمد برکاتی، ص ۱۹۶

چنانچہ اس تالیف کے آخر میں پہلے مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب پھر مولانا مخصوص اللہ کا جواب اور پھر ”رسالہ چہارہ مسائل“ فارسی، اپنی اصلی صورت پر کہ پہلے چودہ سوالات اور پھر ان کے جوابات، چوں کہ اس صورت میں ہر جواب کے پڑھتے وقت سوال کو معلوم کرنے کے لئے اوراق پلٹنے پڑتے ہیں، اس لئے ترجمے میں ہر سوال کے بعد اس کا جواب لکھ دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ انصاف پسند حضرات کو توفیق دے کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد اور اہل خاندان کی تالیفات کو بلا کسی تصرف کے طبع کریں۔

حکیم صاحب نے ”تقویۃ الایمان“ کو مُحَرَّف اور غیر معتبر قرار دیا ہے اور مولانا سید احمد بخنوری اور مولانا حسین احمد مدنی کی تحقیق میں تقویۃ الایمان کی نسبت مولانا اسماعیل کی طرف صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس میں کئی جگہ ایسے کلمات موجود ہیں جو ایک محقق عالم کے شایان شان نہیں۔ بے شک مولانا اسماعیل کی علمیت اسی کی مقتضی ہے لیکن تَجَرِي الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَعِي السُّقُنُ۔

اگر مولانا اسماعیل کے احوال پر نظر ڈالی جائے تو کوئی غرابت نہیں۔ ”ارواح ثلاثہ“ میں ہے کہ مولانا محمد علی اور مولانا احمد علی نے شاہ عبدالعزیز سے کہا: مولوی اسماعیل نے رفع یدین شروع کر دیا ہے اس سے مفسدہ پیدا ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر سے کہا: میاں تم اسماعیل کو سمجھا دو کہ رفع یدین نہ کرے۔ انھوں نے کہا: حضرت! میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔ اور پھر شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی اسماعیل کو کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو خواہ فتنہ ہوگا۔ مولوی اسماعیل نے مولوی یعقوب سے کہا: اگر عوام کے فتنے کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے: ”مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فُسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مَائَةِ سَنَةٍ“۔ جب یہ جواب شاہ عبدالقادر کو پہنچا۔ انھوں نے کہا: بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابلے میں خلاف سنت ہو اور مَا نَحْنُ فِيهِ میں سنت کے مقابلے میں دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے اس سال بھی سنت ہے۔

۱۹ ملاحظہ کریں: انوار الباری، ج ۱ ص ۱۰۷ ۱۸ از ارواح ثلاثہ، حکایت ۱۷ بے اختصار



شاہ عبدالقادر آپ کے مشفق چچا تھے، استاد تھے، علم ظاہر و باطن میں صاحب کمال، وہ اپنے برادر کلاں سے عرض کرتے ہیں: ”وہ مانے گا نہیں“ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا اسماعیل میں خود رانی تھی اور وہ اپنے اعمام گرامی کی نصائح کا خیال نہیں کرتے تھے۔ تقویۃ الایمان کے متعلق وہ خود کہتے ہیں:

”اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے“

اور کہتے ہیں: ”گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائے گا“

تعب ہے کہ دین کے نام پر شورش برپا کی جائے اور وہ ٹھیک ہو جائے۔ تقویۃ الایمان کی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا، اختلافات پیدا ہوئے، گھر گھر میں فساد برپا ہوا، بھائی بھائی کا دشمن بنا، اللہ اپنا رحم فرمائے۔ مولانا سید احمد رضا بجنوری نے کیا خوب تحریر فرمایا ہے:

”تقویۃ الایمان کی اشاعت میں ہمارے سلفی بھائیوں نے بھی ہمیشہ دل چسپی ہے اور اس

کے عربی ترجمے بھی شائع کئے ہیں لیکن ہمارے شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تحقیق میں اس

کتاب کی نسبت حضرت شہید کی طرف صحیح نہیں ہے (مکتوب مدنی) اور ہم بھی اس

نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ ان کی تالیف نہیں ہے کیوں کہ اس میں کئی جگہ ایسے کلمات ملتے ہیں

جو حضرت شہید ائمہ محقق و متبحر عالم کے لیے شایان شان نہیں تھے، دوسرے (حدیث)

اطیطرش بھی اس میں نقل کی گئی ہے جو ایک محدث کی شان سے بعید ہے، واللہ اعلم۔

افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانان ہند پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ

ہے اور تقریباً نوے فی صد حنفی المسلک، یہاں دو گروہ میں بٹ گئے ہیں، ایسے اختلافات

کی نظیر دنیا کے اسلام کے کسی خطے میں بھی، ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں“

مولانا بجنوری نے حقیقت امر کا اظہار کیا ہے، پروردگار آپ کو اجر کثیر دے۔

مولانا محض ائید کے مکتوب کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں وہ ”تقویۃ الایمان“ کو ”تقویۃ الایمان“

”فا“ سے کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ”یہ رسالہ بُرائی اور بگاڑ پھیلاتا ہے“

ڈاکٹر قمر النساء ایم۔ اے نے عربی میں کتاب ”الْعَلَامَةُ فَضْلُ مَحْيَى الْخَيْرِ ابَادِي“ لکھ کر

عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد، دکن سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب اب تک چھپ نہیں ہے، میں نے قلمی نسخے کا مطالعہ کیا ہے، صفحہ ۱۵۲ میں لکھا ہے:

اعْتَرَفَ الْبُرُودُ قَيْسَ مُحَمَّدَ شَجَاعَ الدِّينِ الْمُتَوَفَّى سَنَةِ ۱۹۶۵ رَيْسُ قَيْمِ التَّائِيخِ

بِكَلِمَةٍ دِيَالٍ سَنَكْهُ بِلَا هَوْرٍ، فِي مَكْتُوبِهِ إِلَى الْبُرُودِ خَالِدِ الْبَرْجِي بِلَا هَوْرٍ،

إِنَّ الْإِنْجِلِيْزِيْنَ قَدْ رَعَوْا كُتُبَ تَقْوِيَةِ الْإِيْمَانِ بِغَيْرِ تَحَقُّقٍ.

”پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے جن کی وفات ۱۹۶۵ء میں

ہوئی ہے، اپنے ایک خط میں پروفیسر خالد بزمی کو لاہور لکھا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ

انگریزوں نے کتاب تقویۃ الایمان بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے۔“

انگریزوں نے وہ ہنگامے دیکھے جو ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء میں دہلی کی جامع مسجد میں

ہوئے اور پھر دیکھا کہ کس طرح مسلمان فرقوں اور ٹولیوں میں بٹے، اور یہ سب کچھ اس

کتاب کی وجہ سے ہوا۔ لہذا اس کتاب کو ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچایا جائے تاکہ

مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے

حکومت کرے۔

لاہور پاکستان میں ”بیس بڑے مسلمان“ کے نام سے ایک کتاب چھپی ہے۔ اس کا

پیش لفظ علامہ خالد محمود ایم، اے نے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”۱۸۷۰ء واٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں کمیشن مذکور کے

نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک

ہوئے، جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی جو کہ دی اریٹول آف برٹش

ایمپائر ان انڈیا کے نام سے شائع کی گئی جس کے دو اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

ریپورٹ سربراہ کمیشن سرولیم ہنٹر: ”مسلمانوں کا مذہب عقیدہ یہ ہے

کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لئے غیر ملکی حکومت کے

خلاف جہاد کرنا ضروری ہے، جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ



ہے اور جہاد کے لئے ہر کوئی تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

ریلو رٹ پادری صاحبان: یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے، اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو غفلت نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جو حق درجوق شامل ہو جائیں گے، لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے، یہ کام ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، یہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

۱۵ مثل مشہور جو زندہ یا زندہ، اگر زندہ نہ تاش جاری بھی اور ان کو غلام احمد قادیانی مل گیا، بھلا ہو ہمارے علماء، اعلام کا کہ ان کی پیہم کو ششوں کی بد دولت اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جو حق درجوق شامل ہوئے سے رہ گئے۔ میں نے ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۷ء میں جناب الیاس برنی رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ کی کتاب "قادیانی مذہب" اور کتاب "قادیانی قول و فعل" کا مطالعہ کیا۔ جب غلام قادیانی کا یہ قول پڑھا ہے

آپچہ دادست ہر زنی را جام  
د آں جام را مرا بہ تمام  
کم نیم زان ہمہ بہ روئے یقین  
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین  
اُس وقت سترہ ابیات کا ایک قطعہ فارسی میں نظم ہوا، اس کے چند ابیات یہ ہیں:

اے غلام قادیانی بشنو ز من  
نہست در دُنیا یعنی غیر تو  
دشمن اسلام گشتی پیر خرد  
بہر کافر جاں دی ہم آبرد  
دعویٰ الہام کردی اولین  
باز آمد و نئی نندن در حلو  
ملہمت ابلیس موجی شد فرنگ  
پر خورش جام کردی ہم سُبُو  
تو تیلے چشم کردی خاک در  
و ز غلامی طوق لعنت در لگو  
تا بہال کافران در ملک ہند  
بج گیر، نشو باید ہم نمو  
نہست شیطان اندر برادر کے  
غیر شخصت نیک نام ذات او  
مرتد و کافر شدی ثبت یزاک  
لعنت حق دانا بر فرق تو

فانان شاہ ولی کے حالات پڑھنے اور سمجھنے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مولانا اسماعیل نے واعظی کا پیشہ اپنا لیا تھا۔ ارواح ثلاثہ کی حکایت ۵۹ میں ہے:

"حج سے واپسی کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا۔ اس زمانے میں مولانا اسماعیل لگی کوچوں میں وعظ فرماتے تھے اور مولوی عبدالحی صاحب مساجد میں چھ مہینے کے بعد جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔" واعظی میں دقت نظر اور نکتہ سنجی کی ضرورت نہیں، ہوتی بلکہ عوام کو شیریں بیانی سے کسی کام کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے۔ مولانا اسماعیل نے واعظی کی ابتدا اپنے گرامی قدر اُغلام ثلاثہ کی حیات میں کرنی تھی، اور آپ پر واعظی کا رنگ چڑھ چکا تھا۔ شاہ عبدالقادر کا یہ کہنا: "حضرت! میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں" اس کی تمنازی کر رہا ہے۔ تقویۃ الایمان اس دور واعظی کی تالیف ہے، اس میں دقت نظر سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ حکایت ۵۹ میں تقویۃ الایمان کے متعلق مولانا اسماعیل کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرکِ کلی بھی دیا گیا ہے۔ یہی وہ خرابی ہے جس نے علماء کرام کو پریشان کیا ہے۔ مولانا مخصوص اللہ نے تیسرے سوال کے جواب میں لکھا ہے:

"حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے فانان سے دو شخص ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق، شیعوں اور حنیثوں اور اعتقادوں اور اقراروں اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا تھا۔"

مولانا مخصوص اللہ نے اس خرابی کا بیان کیا ہے۔ اگرچہ محمد بن عبد الوہاب اور مولانا اسماعیل کے معتقدین و محبذین و پیروان و عقیدت منداں اس نوع بیان کو پسند کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ تقویۃ الایمان کی مدح سرائی اس انداز سے کرتے ہیں کہ بڑی سے بڑی کتاب کی شاید کوئی کلمے میں جب ان افراد کی والہانہ بیعت سرائی کو پڑھتا ہوں اس قول کی طرف ذہن راجع ہوتا ہے:

"لیلیٰ را بہ چشم مجنون باید دید"

محمد بن عبد الوہاب ہوں یا مولانا اسماعیل یا کوئی اور، کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مکروہ تنزیہی کو مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کو حرام قطعی قرار دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: قَدْ كُنَّا اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لِّسْتَ عَلَيْهِم بِمَصِيطٍ اِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ



تَعِدَّ بِهِ اللَّهُ الْعَذَابَ الْكَبِيرَ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا جِسْمَهُمْ.

”سو تم سمجھاؤ، تمہارا کام سمجھانا ہی ہے، تم ان پر دروغ نہیں ہو جس نے منہ موڑا اور منکر ہوا، تو اللہ اس کو سزا دے گا بہت سخت سزا۔ بے شک ہمارے ہی پاس ان کو پھر آتا ہے، پھر بے شک ہمارے ذمے ان سے حساب لینا ہے۔“

حساب کا لینا اور پھر شان جلالی یا جہلی اسی حکیم مطلق کا کام ہے، اپنا اعتقاد یہ ہے:

أَمَّةٌ مَدْنِيَّةٌ وَرَبٌّ عَفُورٌ. ”امت خطا کار ہے اور پالنے والا بخشنے والا ہے۔“

تقویۃ الایمان پر صحیح طور سے تبصرہ کرنا، ایک طویل عمل ہے۔ میں مختصر طور سے تقویۃ الایمان کے مأخذ اور اصل کا اور سات عبارتوں پر تبصرہ لکھتا ہوں:

تقویۃ الایمان کی حقیقت: میرے سامنے تقویۃ الایمان کا وہ نسخہ ہے جس کو ماہ شوال ۱۲۷۰ھ میں حاجی محمد قطب الدین نے سید محمد غنایت اللہ کے اہتمام سے مطبع صدیقی واقع شاہجہان آباد (دہلی) میں طبع کرایا ہے اس کے نوے صفحات ہیں اور حاشیے پر سیر محبوب علی کی تشریحات ہیں ترتیب اس طرح ہے: ابتدا بسم اللہ سے، پھر حمد و صلاۃ اور دُعائے توفیق نیک،

پھر چار صفحات کا دیباچہ ہے۔ اس دیباچے میں دو (۲) آیات مبارکہ سے استدلال ہے۔ اور دیباچے کے آخر میں لکھا ہے: اس رسالے کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے: پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا اور برائی بدعت کی، پھر باب پہلا توحید و شرک کے بیان میں ہے اس میں چھ (۶) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک ہے اس میں تین (۳) آیات سے استدلال ہے۔ پھر الفصل الثانی فی ذکر رد الاشراک فی العلم ہے اس میں پانچ (۵) آیات سے استدلال ہے۔ پھر الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف ہے اس میں پانچ (۵) آیات سے استدلال ہے۔ پھر الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ ہے اس میں چھ (۶) آیات سے استدلال ہے۔ پھر الفصل الخامس فی ذکر رد الاشراک فی العادۃ ہے اس میں چھ (۶) آیات سے استدلال ہے۔ کل تینتیس (۳۳) آیات مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ اس میں سے دو آیتیں دیباچے میں اور اکتیس پانچ فصلوں میں ہیں۔

بابی کا رسالہ: یہ وہ مختصر رسالہ ہے جو طائف سے اہل مکہ کو جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو پہنچا ہے اور اسی دن بیت اللہ شریف کے دروازے کے سامنے بیٹھ کر وہاں کے علماء کرام نے اس کا رد لکھا اس رسالے کی کیفیت اس طرح ہے کہ شروع میں نہ بسم اللہ ہے اور نہ حمد و صلاۃ۔ ابتدا اس طرح کی ہے:

أَمَّا بَعْدُ فَهَذَا التَّفْصِيلُ لِمَا جَمَلَهُ وَتَلْخِصُصُ لِمَا فَصَّلَ التَّوَلَّى الْمُسْتَطَابُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِمَامُ الْمُؤَجِدِينَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْوَهَّابِ طَوْنِي لَهُ وَحُصْنُ مَا بَ إِتْصَرْنَا مِنْ كِتَابِ الْكَبِيرِ لِتَنْهِيلِ الضَّبْطِ عَلَى كُلِّ تَارِيٍّ مِنَ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ مَرْتَبًا عَلَى بَابَيْنِ الْآلِ الْأَوَّلِ فِي رَدِّ الشِّرْكِ وَالنَّابِ الثَّانِي فِي رَدِّ الْبِدْعَةِ الْآلِ الْأَوَّلِ فِي رَدِّ الشِّرْكِ وَفِي وَحْشَةٍ فَصُولٍ.

پھر پانچ فصول اس نام و ترتیب سے ہیں:

الفصل الاول فی تحقیق الشراک و تفتیحہ و تقسیمہ، اور اس فصل میں (۷) آیات ہیں۔

الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم، اور اس میں (۶) آیات ہیں۔

الفصل الثالث فی رد الاشراک فی التصرف، اور اس میں (۶) آیات ہیں۔

الفصل الرابع فی رد الاشراک فی العبادۃ، اور اس میں (۵) آیات ہیں۔

الفصل الخامس فی رد الاشراک فی العادۃ، اور اس میں (۳) آیات ہیں۔

یہ حساب شمار کے یہ (۲۷) آیات ہوئیں، چوں کہ پہلی فصل کی دوسری آیت کا آخری حصہ تیسری فصل میں چھٹی آیت ہے۔ اس لئے اس رسالے میں کل (۲۶) آیتیں ہوئیں۔

پہلی فصل میں نجدی نے اس عبارت سے ابتدا کی ہے:

”إِعْلَمُوا أَنَّ الشِّرْكَ ذَنْبٌ شَاعَ فِي هَذَا النَّهْطِ مَا نَدَّاعَ وَالْأَمْثَالَ إِلَى مَا وَعَدَ اللَّهُ وَقَالَ: وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ“

جان لو، کہ اس زمانے میں شرک بہت شائع اور پھیل گیا ہے اور کیفیت وہ ہوگئی ہے جس کی بیان اللہ نے کیا ہے اور کہا ہے: ”اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر گمراہ ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔“ اور دوسری فصل ”فی رد الاشراک فی العلم“ کے آخر میں لکھا ہے:

”ہماری بڑی کتاب التوحید اور اس کی فصلوں میں زیادہ بیان ہے۔“

اور پانچویں فصل کے آخر میں درج ذیل عبارت لکھی ہے اور اس عبارت پر رسالے کو ختم کیا ہے:



هَذَا اِخْرَاجًا اَوْ ذِكْرًا فِي بَابِ الشِّرْكِ هَاهُنَا وَفِيهِ كِفَايَةٌ وَمَنْ شَاءَ زِيَادَةً تَقْصِيْلًا فَلْيَرْجِعْ  
اِلَى كِتَابِنَا الْكَبِيْرِ وَالْفُصُوْلِ وَرَسَائِلِ مُفْرَدَةٍ فِي مَسْئَلَةٍ لِاَهْلِ مِلَّتِنَا مِنَ الْمُؤَدِّينَ وَكُلِّ مَا  
ذَكَرْنَا مِنْ اِفْرَادِ اَلْقِسَامِ الْاَكْبَرِ يَجِبُ التَّهَيُّ عَنْهُ وَالْقِتَالُ عَلَيْهِ جَلًّا وَحَرَمًا كَمَا  
قَاتَلَ مُحَمَّدٌ اَهْلَ مَكَّةَ، فَإِنَّ مُشْرِكِي زَمَانِهِ كَانُوا اخْفَ شِرْكًا مِنْ مُؤْمِنِي هَذَا الزَّمَانِ لَأَنَّ  
أُولَئِكَ كَانُوا يُحِلُّصُونَ لِلَّهِ فِي الشَّدَائِدِ وَهُوَ لَا يَذْخُونُ نِيَّتَهُمْ وَمَشَائِخُهُمْ فِي الشَّدَائِدِ وَ  
لَا تَعْتَرِ بِشَيْءٍ أَقْسَامِ الشِّرْكِ فِي الْحِجَازِ فَإِنَّ أَصْلَ الشِّرْكِ كَانَ فِي أَنْبَاءِهِمْ فَجَعَلُوا إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ  
كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ مُسْلِمٍ عَنْ عَائِشَةَ وَآمَاسَائِرِ  
الْمَعَاصِي فَيَجِبُ فِيهَا اجْرَاءُ الْحُدُودِ وَالْعَنْيَرَاتِ كَمَا وَدَّ فِي الشَّرْعِ خَلَا الْبِدْعَاتِ فَإِنَّهَا تَنْجُو  
لِلشِّرْكِ الْاَكْبَرِ وَيَتَلَوُّ هَذَا الْبَابُ الْبِدْعَةَ.

” اور بابِ شرک اس جگہ یا آخری بیان ہے اور اس میں کفایت ہے، اور جو کوئی زیادہ تفصیل کا طالب ہو وہ ہماری بڑی کتاب اور فصول اور ان مستقل رسائل کی طرف رجوع کرے جو ہماری ملتِ موحیدین کے لئے ہیں اور جو کچھ اقسامِ شرک کے چاروں قسم میں بیان ہوا ہے وہ شرکِ اکبر ہے اسے روکنا واجب ہے، اور اس پر جل و حرّم میں قتال کرنا ہے جس طرح (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل مکہ سے قتال کیا۔ آپ کے زمانے کے مشرک شرک میں ہلکے تھے اس زمانے کے مومنوں کے، کیونکہ وہ مشرک سختیوں میں اللہ سے اخلاص کرتے تھے اور یہ لوگ سختیوں میں اپنے نبی اور مشائخ کو پکارتے ہیں اور حجاز میں جو شرک کے اقسام پھیلے ہیں اس سے دھوکا دکھاؤ کیونکہ اصل شرک ان کے باپ دادا میں تھا اور وہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف پلٹے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر کہہ دیا ہے اور مسلم نے عائشہ سے روایت کی ہے اور باقی تمام گناہوں میں حدود اور تعزیرات کا اجرا کرنا واجب ہے، سو اب بدعتوں کے کیونکہ وہ شرکِ اکبر کے تابع ہیں۔ اور اس باب کے بعد بابِ بدعت ہے۔“ اب وہابی کے ردّ الاشراک سے مولانا اسماعیل کی ”تقویۃ الایمان“ کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ مولانا اسماعیل نے ابتداً بسم اللہ سے کی ہے اور اردو میں حمد و صلاۃ لکھ کر تین صفحات کا دیباچہ لکھا ہے۔ اور آخر میں یہ لکھا ہے :

” اس رسالے کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے، پہلے باب میں بیان

توحید کا اور بُرائی شرک کی، دوسرے باب میں اتباعِ سنت کا اور بُرائی بدعت کی، باب پہلا توحید و شرک کے بیان میں، سنا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب“

پھر آدھے صفحے کے بعد لکھا ہے :

” سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں : وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔“

مولانا اسماعیل نے دیباچے میں دو آیتیں اور باب پہلے میں چھ آیتیں لکھی ہیں۔

پھر الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک ہے، اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الثانی فی ذکر ردّ الاشراک فی العلم ہے، اور اس میں تین آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الثالث فی ذکر ردّ الاشراک فی التصرف ہے، اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الرابع فی ذکر ردّ الاشراک فی العبادة ہے، اور اس میں چھ آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الخامس فی ذکر ردّ الاشراک فی العادة ہے، اور اس میں چھ آیتیں ہیں۔

کل تینتیس آیتیں ہیں ان میں سے بائیس آیتیں نجدی کے رسالے سے لی ہیں، اور گیارہ آیتیں آپ نے لکھی ہیں۔

نجدی نے اپنے رسالے کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ رسالہ دو ابواب پر مرتب ہے پہلا باب ردّ شرک میں اور دوسرا ردّ بدعت میں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا اسماعیل تقویۃ الایمان کے شروع میں لکھتے ہیں۔ اس میں دو باب ٹھہرائے، حالانکہ موجود ایک ہی باب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو جو رسالہ مکہ مکرمہ بھیجا ہے اس میں صرف ایک ہی باب ہے۔

مولانا اسماعیل نے نجدی کے رسالہ ردّ الاشراک کو ہر وجہ سے اپنایا ہے۔

نجدی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے، آپ نے بھی دو باب ٹھہرانے کا بیان کیا۔

نجدی کی ۲۶ منتخب کردہ آیات میں سے ۲۲ آیات مبارکہ کو آپ نے لیا ہے۔

نجدی نے جو نام فصول کے رکھے ہیں وہی نام آپ نے رکھے ہیں۔

نجدی نے جس آیت سے اور بیان سے آغاز کیا ہے، آپ نے بھی اسی آیت اور بیان سے



ابتدا کی ہے اور پھر آیات شریفہ کے بیان میں نجدی کے بیان کا رنگ کہیں غالب کہیں برابر اور کہیں کچھ کم ہوتا ہے، مثال کے طور پر نجدی کے رسالہ رد الاشراک کی ایک عبارت اور اس کا ترجمہ لکھتا ہوں اور پھر مولانا اسماعیل کی تقویۃ الایمان کی عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو حقیقت امر سے آگاہی ہو۔

نجدی نے فصل اول کے آخر میں لکھا ہے :

فَمَنْ قَعَلَ بَنِي أَدُوِّي أَوْ قَبْرَهُ أَوْ أَثَارَهُ أَوْ مَشَاهِدَهُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ شَيْئًا مِنَ السُّجُودِ وَالرُّكُوعِ وَبَدْلِ الْمَالِ لَهُ وَالصَّلَاةِ لَهُ وَالصَّوْمِ لَهُ وَالْمَتَلِّ عَلَيْهِ قَائِمًا وَقَصْدِ السَّفَرِ إِلَيْهِ وَالتَّقْبِيلِ وَالرَّجْعَةِ إِلَيْهِ وَقَتِ التَّوَدُّعِ وَضَرْبِ الْخَبَاءِ وَمَا خِصَّ السَّيَّارَةِ وَالشَّرْبِ بِالنَّوْبِ وَالِدَّاءِ مِنَ اللَّهِ هَاهُنَا وَالْمَجَادَّةِ وَالنَّظِيمِ حَوْلَهُ وَاعْتِقَادِ كَوْنِ ذِكْرِ غَيْرِ اللَّهِ عِبَادَةً وَتَذَكُّرِهِ فِي الشَّنْأِ ابْدَدَعَاءَهُ بِمَخَوِيَا مُحَمَّدٍ يَا عَبْدَ الْقَادِرِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ فَقَدْ صَارَ مُشْرِكًا وَكَافِرًا بِنَفْسِهِ هَذِهِ الْأَعْمَالُ سَوَاءٌ إِنْ عَقِدْتَ اسْتِحْقَاقَهُ لِهَذَا النَّظِيمِ بِذَاتِهِ أَوْ لَا

”جو شخص کسی نبی یا ولی کو یا اس کی قبر اور آثار کو یا اس کے ٹھکانے اور اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کو سجدہ یا رکوع کرے اور اس کے لئے مال خرچ کرے اور اس کے لئے ہاتھ پٹھے اور اس کے لئے روزے رکھے اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوئے اور اس کے لئے سفر کرے یا بوسہ دے یا رخصت کے وقت اٹے پاؤں چلے یا خیمہ لگاے یا پردہ لٹکائے یا اس کو کپڑے سے ڈھانکے یا اس جگہ اللہ سے دعا کرے یا وہاں کی مجاورت اختیار کرے یا اس کے قریب جوار کی تعظیم کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ غیر اللہ کا ذکر عبادت ہے اور اس کو شائد کے وقت یاد کرے یا اس کو آواز دے جیسے یاعمد، یا عبدالقادر یا حداد یا سنان۔ وہ شخص ان افعال کی وجہ سے مشرک اور کافر ہوا چاہے وہ اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس تعظیم کے مستحق اپنی ذات سے ہیں۔ یا نہ رکھتا ہو۔“

مولانا اسماعیل نے ”باب پہلا توحید و شرک کے بیان میں“ کے اوائل میں لکھا ہے :

”پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوٹ پری کو یا کسی کی سچی قبر کو یا بھوٹ قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا توپ کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوئے یا جانور چڑھائے یا ایسے مکانوں میں

دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے یا غلاف ڈالے یا چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے، رخصت ہوتے وقت اٹے پاؤں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ جائے، وہاں کے گرد و پیش جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کرے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔“

ناظرین! نجدی کی عبارت کے ترجمے کو اور تقویۃ الایمان کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیں۔ جتنا فرق ان دو عبارتوں میں نظر آئے اتنا ہی فرق دونوں رسالوں میں ہے اور جو فرق حکم میں پایا جائے اتنا ہی فرق نجدی اور دہلوی میں ہے — نجدی کہتا ہے : ان افعال کی وجہ سے ان کا کرنے والا مشرک اور کافر ہوا، اور دہلوی نے لکھا ہے کہ کرنے والے پر شرک ثابت ہوا۔ جو شخص قصد کر کے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے لئے دور دراز علاقے سے سفر کر کے جائے نجدی کے نزدیک وہ کافر و مشرک اور دہلوی کے نزدیک اس پر شرک ثابت ہوا۔ مولانا مخصوص اللہ نے مولانا فضل رسول بدایونی کو ان کے چوتھے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے :

”وہابی کا رسالہ متن تھا یہ شخص گویا اسی کی شرح کرنے والا ہو گیا۔“

مولانا مخصوص اللہ نے لفظ ”گویا“ لکھ کر معاملہ واضح کر دیا ہے کہ نہ وہ پوری طرح اس کے شراح ہیں اور نہ اس سے الگ ہیں۔ اپنے اور آپ کے بھائیوں اور آپ کے خاندان کے گرامی قدر شاگردوں نے پہلے ہی دن سے اس کتاب سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا ہے۔ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ میں دہلی کی جامع مسجد میں پوری طرح اس کا اعلان ہوا، اس وقت علماء اہل سنت جماعت اس کا رد لکھ رہے ہیں اور بار بار اسلام کو غلط روش سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت علامہ حید الزمان فاروقی حیدر آبادی متوفی ۱۳۳۸ھ کی عبارت ہے، آپ نے علماء کبار سے پڑھا، اواخر میں آپ اہل حدیث کی طرف راغب ہو گئے تھے۔ آپ نے لکھا ہے :

”ہمارے بعض متاخرین احباب نے بلاوجہ سختی کی ہے اور اسلام کے وسیع دائرے کو یہاں تک تنگ کر دیا ہے کہ مکروہ اور حرام چیزوں کو شرک قرار دیا ہے۔“

علامہ وحید الزمان نے یہ عبارت اپنی کتاب ”ہدیت المہدی میں لکھی ہے اور پھر حاشیہ میں اپنے لکھا ہے :



” میں نے جو کتاب میں ”بعض متاخرین احباب“ کہا ہے اس لفظ سے میری مراد شیخ محمد بن عبد الوہاب ہے کیونکہ اس نے ان ہی امور کو شرک کہا ہے جیسا کہ اس کے اہل مکہ کے نام ایک کتاب میں سمجھا جاتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں محمد بن عبد الوہاب کی پیروی کی ہے۔“

علامہ وحید الزمان نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں محمد بن عبد الوہاب کی پیروی کی ہے لیکن مولانا اسماعیل کے تذکرہ نگاران پوری طرح اس حقیقت کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں، وَلِلنَّاسِ فِي مَا يَعْبَثُونَ مَذَاهِبٌ۔ میں تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں پر تبصرہ کرتا ہوں تاکہ حقیقت امر واضح تر ہو جائے۔

تقویۃ الایمان کی چند عبارتوں پر تبصرہ:

① سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورۃ یوسف میں: وَمَا يُؤْمِنُ الْكَافِرُ بِاللَّهِ إِلَّا وَهْمٌ مُّشْرِكُونَ۔ ترجمہ: ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں۔“

مولانا نے ایمان کا ترجمہ اسلام سے کیا ہے، لہذا باللہ کا ترجمہ نہیں کیا۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ یہ ہے: ”اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔“

علماء کرام نے تفاسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول شریکین کے لُبْنَانِ کہنے کے سلسلے میں ہوا ہے۔ وہ حج میں کہا کرتے تھے: لَبْنَانُكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَوْكًا تَبْنِيكَ وَمَا مَلَكَ۔

”حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں تیرا شریک نہیں سوا ایک شریک کے کہ اس کا اور اس کی ملکیت کا تو مالک ہے۔“

علامہ محمد انحضری بک نے لکھا ہے کہ امیر المومنین عمر نے ابن عباس سے دریافت کیا کہ اس اُمت میں اختلاف کیسے ہوگا جبکہ ان کا نبی ایک ہے؟ ابن عباس نے کہا: امیر المومنین! ہم پر قرآن

نازل ہوا، پھر ہم نے اس کو پڑھا اور ہم کو معلوم ہوا کہ کس کے متعلق آیت نازل ہوئی ہے اور ہمارے بعد وہ لوگ ہوں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کو معلوم نہ ہوگا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ اپنی رائے سے اس کا بیان کریں گے اور جب وہ اپنی رائے لائیں گے ان میں

اختلاف ہوگا۔ ابن وہب بکیر سے روایت کرتے ہیں کہ بکیر نے نافع سے دریافت کیا کہ حُرُورِیہ کے متعلق ابن عمر کی کیا رائے تھی؟ (حُرُورِیہ خوارج، کو کہتے ہیں) نافع نے کہا: وہ ان کو یَشْرَارَ

لے ملاحظہ کریں تفسیر قرطبی، ج ۹، ص ۲۷۲؛ اور تفسیر مظہری از سورۃ یوسف ص ۷۳۔

خَلْقِ اللّٰهِ، سمجھتے تھے (یعنی بدترین خلاق) حُرُورِیہ نے اُن آیات کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مومنوں پر لگا دیں۔

مولانا اسماعیل نے محمد بن عبد الوہاب کی پیروی کی اور وہی لکھ گئے جو اس نے لکھا تھا اور اس آیت کو بلا وجہ مومنوں پر چپکا دیا، اور اس کی وجہ سے اُردو ترجمہ کرنے میں ناجائز تصرف کرنا پڑا۔ اور ہندوستان جنت نشان دَاثِلَ الْاَزَلِ وَالْفَتْحِ بنا کہاں ندا، استغاثہ اور تَوَسَّل اور کہاں اللہ کے واسطے ایک شریک کا ثابت کرنا۔ ”عقل ز حیرت بسوخت کہ این چہ بوا بھی است“

② عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہئے۔ ہم کو طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے، سو ہماری طاقت کہاں کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں، سو یہ بات غلط ہے

اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں بہت باتیں صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں چنانچہ سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اٰیٰتِ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْاَفْسَقُوْنَ۔ بیشک

اُناریں ہم نے تیری طرف باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔ ص ۳۲

مولانا اسماعیل عوام الناس سے فرماتے ہیں: ”قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں“ اور آپ کے بڑے چچا شاہ عبدالعزیز سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷ کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں یہ

ابو جعفر نخاس کا بیان ہے کہ حضرت علی کو فیس داخل ہوئے اور آپ نے وہاں کا مسجد میں ایک شخص کو وعظ کرتے دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ کسی نے کہا: ایک واعظ ہے جو لوگوں کو

خدا کا خوف دلاتا اور گناہوں سے روکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا مقصد خود نمائی ہے، جاؤ اس سے معلوم کرو کہ ناسخ اور منسوخ کو جانتا ہے، چنانچہ جب اس سے دریافت کیا گیا، اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت علی نے اس کو مسجد سے نکلوا دیا۔

یہ مسلم ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات صاف و صریح ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا بے مثل نمونہ ہے۔ استعارہ، تشبیہ، کنایہ، مجاز اور تراویف سے مالا مال ہے۔ امام ابوالفرج عبدالرحمن جمال الدین ابن جوزی نے لکھا ہے:



”قرآن مجید میں دین کا لفظ دس معانی میں استعمال ہوا ہے بمعنی ۱۔ جزاء، ۲۔ اسلام، ۳۔ عذاب، ۴۔ طاعت، ۵۔ توحید، ۶۔ محکم، ۷۔ حد، ۸۔ حساب، ۹۔ عبادت، ۱۰۔ ملت۔“  
امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی نے امام فضیل بن عیاض کا یہ قول نقل کیا ہے:  
”فضیل بن عیاض نے فرمایا: تم کو قرآن مجید کا علم اس وقت تک حاصل نہ ہوگا کہ تم کو قرآن مجید کے اعراب کا، محکم اور متشابہ کا، ناسخ اور منسوخ کا علم نہ ہو جائے اور جب اس کا علم تم کو ہو جائے تم فضیل اور ابن عیینہ سے مستغنی ہو جاؤ گے۔“

حضرت عدی بن حاتم نے سورۃ بقرہ کی آیت ۱۸۵ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْمَنِيُّ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ، سُيْفِي۔ یعنی ”کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید جدا دھاری سیاہ فجر کی۔“ چونکہ عربی میں خَیْطُ تاگے کو کہتے ہیں لہذا انھوں نے ایک کالا تاگا اور ایک سفید تاگا اپنے بستر کے نیچے رکھ لیا، وہ ان کو نکال کر دیکھ لیا کرتے تھے اور انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔ شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کا عام فہم زبان میں با محاورہ اردو ترجمہ کیا ہے، آپ نے ایک ورق کا مقدمہ لکھا ہے اور اس میں تحریر فرماتے ہیں:

”چند ہندستانوں کو معنی قرآن اس آسان ہوئے لیکن اب بھی استاد سے سند کرنا لازم ہے، اول معنی قرآن بغیر سند معتبر نہیں، دوسرے ربط کلام ماقبل مابعد سے پہچاننا اور قطع کلام سے پہچنا بغیر استاد نہیں آتا، چنانچہ قرآن زبان عربی ہے اور عرب بھی محتاج استاد تھے۔“  
علامہ ابن مرزوق نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لکھا ہے:

وَأَنَّ لِكُلِّ مَنْ اتَّبَعَهُ أَنْ يَقْتَرِبَ إِلَهُمْ أَنْ يَحْسِبَ قَدِيمًا فَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُفْعَلُ ذَلِكَ۔  
”کہ انھوں نے اپنے پیروکاروں کو اجازت دے رکھی تھی کہ اپنی سمجھ سے قرآن مجید وضاحت اور بیان کریں، چنانچہ ان میں سے ہر ایک یہی کرتا تھا۔“

مولانا اسماعیل نے جو کچھ لکھا ہے، ان کا مقصد کیا ہے اور محمد بن عبدالوہاب کیا کہتا ہے اور اس سے کہا ہے، اس کا علم اللہ کو ہے۔ ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ دونوں کے پیروان اپنی عقل و فکر کو مقدم

رکھتے ہیں اور علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے مسلک اور ان کے اجتہادات کے دلدادہ ہیں اور یہ دلدادگی بھی چند روزہ ہے جو نیکو یہ لوگ پوری طرح آنادگی کی راہ پر لگ جاتے ہیں۔ ائمہ مجتہدین سے ہر جرح و تنقید ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ اِقْتَدُوا بِالْأَدْنَى مِنْ بَعْدِي تک معیار حق نہیں ہو سکتے یعنی پیروی کرو ان دو کی جو میرے بعد ہوں گے اور وہ ابو بکر و عمر ہیں رضی اللہ عنہما۔

مولانا اسماعیل اپنے اتباع سے کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف و صریح ہیں ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ کے شان نزول کی طرف خود جناب مولانا نے التفات نہ کی اور وَمَا يُؤْمِنُ کو وَمَا يُسَلِّمُ قرار دیکر باللہ کے بیان کو چھوڑ کر عاجز اور ان پڑھ مسلمانوں کو مشرک ٹھیلانے کا انتظام کر دیا۔ اگر اس عبارت کے لکھتے وقت شان نزول پر آپ کی نظر ہوتی یہ صورت واقع نہ ہوتی۔

علامہ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور علامہ حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی نے الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور میں سورۃ العادیات کے بیان میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں حج میں یعنی حلیم میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کے متعلق استفسار کیا میں نے کہا: یہ وہ گھوڑے ہیں جو جہاد دے ات کو لڑتے ہیں۔ وہ شخص میرے پاس سے حضرت علی کے پاس گیا اور وہ زفرم کے سقایہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ان وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کے متعلق استفسار کیا۔ آپ نے اس شخص سے کہا: کیا پہلے تم کسی سے پوچھ چکے ہو، اس نے کہا: میں ابن عباس سے پوچھ چکا ہوں اور انھوں نے کہا: الْحَيْلُ حِينَ تَغْبِرُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ ”جلالہ کی راہ پر گھوڑے جہاد پر جاتے ہیں“ حضرت علی نے کہا: جاؤ ابن عباس کو بلالاد۔ جب آگے اور آپ کے پاس کھڑے ہو گئے، آپ نے ان سے فرمایا: أَنْتُمْي النَّاسَ بِمَا لَا عِلْمَ لَكُمْ ”کیا تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو جس کا تم کو علم نہیں ہے“ قسم یہ خدا، پہلا غزوہ اسلام میں بذکر کا تھا اور ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے، ایک بےیر کا اور ایک مفدا کا۔ تو گھوڑے الْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کیسے ہو سکتے ہیں، یہ تو غزوہ سے مژدلفہ اور مزدلفہ سے مئی کی آمد ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: فَتَزَعَّتْ عَنْ قَوْلِي وَرَجَعَتْ إِلَى الَّذِي قَالَ عَلِيٌّ۔ ”میں نے اپنا قول چھوڑا اور علی کے ارشاد کو لیا (مختصراً) رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا“

(۳) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْنِي عَنْ يَشْرَاقِ بِهِ وَيُغْنِي مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَ



مَنْ يَشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ سَبِيلًا لَا يَبْعِدُ ۝۱ (کہا اللہ نے سہا میں) ”بیشک اللہ نہیں بخشا یہ کہ شریک ٹھہرائے اس کا اور بخشا ہے دے اس سے جس کو چاہے اور جسے شریک ٹھہرایا اللہ کا سب سے بڑے شک راہ بھولا اور بھٹک کر“۔ ف یعنی اللہ کی راہ میں بھولنا یوں بھی ہوتا ہے کہ حرام حلال میں امتیاز نہ کرے، چوری بدکاری میں گرفتار ہو جائے، نماز روزہ چھوڑ دیوے، جوڑو پھونک کر حق تلف کرے، ماں باپ کی بے ادبی کرے، لیکن جو شرک میں پڑا وہ سب سے زیادہ بھولا، اس لئے کہ وہ ایسے گناہ میں گرفتار ہوا کہ اللہ اس کو ہرگز نہ بخشے گا اور سارے گناہوں کو اللہ شاید بخش بھی دیوے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک بخشا نہ جاوے گا اور جو اس کی سزا ہے مقرر طے کی، پھر اگر پرلے درجے کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں ہے گا، نہ اس سے کبھی باہر نکلے گا، نہ اس میں کبھی آرام پائے گا، اور جو اس سے ورلے درجے کے شرک ہیں ان کی سزا جو اللہ کے ہاں مقرر ہے سو پائے گا، اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو جو کچھ سزائیں اللہ کے ہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں، چاہے دیوے چلے معاف کرے۔ ص ۱۵۱

تقویۃ الایمان میں یہ ساتویں آیت ہے اور نجدی کے رسالے میں بھی ساتویں آیت، نجدی نے لکھا ہے: اِنَّ كَانَ الْبَشَرُ لَوْ كَانَتْ اَكْبَرُ فَجَزَائُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا لَا اِنْ كَانَ اَصْغَرَ فَجَزَاءُهُ مَا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ دُونَ الْخُلُوْدِ وَهُوَ اَيْضًا غَيْرُ مَغْفُوْرٍ وَّرَبَّ الْمَعَاصِي يُمَكِّنُ عَفْوَہُ مِنَ اللّٰهِ۔

”اگر شرک اکبر شرک ہے تو اس کی سزا دوزخ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا، اور اگر شرک اصغر ہے تو اس کی سزا جو اللہ کے نزدیک ہے طے کی اور وہ مخلود (میشگی) سے کم ہے اور وہ بھی قابل مغفرت نہیں ہے اور باقی گناہوں کا اللہ کی طرف سے بخشا جانا ہو سکتا ہے۔“

محمد بن عبد الوہاب نے جو کچھ کہا مولانا اسماعیل نے بھی وہی کہہ دیا۔ حالانکہ حقیقت امر اس کے خلاف ہے شرک اکبر بلا شک شبہ اکبر الکبائر گناہ ہے یعنی سب بڑے گناہوں کا گناہ ہے اس کو سوا جو بھی گناہ ہے وہ یا صغیرہ ہے یا کبیرہ صغیرہ گناہ وضو کرنے سے نماز پڑھنے سے روزہ رکھنے سے حج کرنے سے، نیک کام کرنے سے صدق دل سے توبہ کرنے سے اللہ کے فضل و کرم سے بھر پڑتے ہیں۔ اور کبیرہ گناہ کی بخشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہوگی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔ میری شفاعت میری اُمت کے بڑے گناہ والوں کے ہے۔ ص ۱۵۱

افسوس صد افسوس کہ شفاعت کے مسئلے میں بھی مولانا اسماعیل وہ سب کچھ لکھ گئے ہیں جو محمد بن عبد الوہاب نے اپنے رسالے میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم دے علامہ اجل مولانا فضل حق خیر آبادی اسیز کلا پانی کو کہ انھوں نے معرکہ الآراء کتاب ”تَحْقِيقُ الْفِتْوَا فِي الْفُطُوْلِ الطَّحَوْنِي“ جمعہ ۱۸ رمضان ۱۲۴۰ھ (۶ مئی ۱۸۲۵ء) کو تالیف کی۔ خوش قسمتی سے یہ لا جواب کتاب ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں اردو ترجمے کے ساتھ پاکستان میں چھپ گئی ہے۔ شاہ عبدالعزیز کے سترہ نامی گرامی شاگردوں کے اس پر دستخط اور تصویب ہے۔ میر محبوب علی جامع ترمذی مولانا اسماعیل کے ہم سبق اور ان کے سرگرم انصار میں سے ہیں۔ انھوں نے تقویۃ الایمان پر حاشیہ لکھا ہے، انھوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور یہ لکھا:

لَمَّا تَأَمَّنْتُ وَنَظَرْتُ فِيْهِ مِنْ دَعَاوٍ وَوُجُوْهٍ غَيْرِهِمَا نَظَرُ الْاِنْصَافِ مِنْ غَيْرِ الْعِنَادِ وَالْاِعْتِصَافِ وَجَدْتُ حَقًّا لَا يَنْبَغِيْهِ الْاَبَاطِلُ مِنْ بَيِّنٍ يَدِّيْهِ وَلَا مِنْ خَلْقِهِ فَخَفَّتْ عَلَيْهِ۔ (محبوب علی)

”جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور اُن کے دلائل، کسی عناد اور مخالفت کے بغیر، نظر انصاف سے دیکھے، اُسے ایسا حق پایا کہ باطل کسی طرف سے اُسے لاحق نہیں ہو سکتا۔ لہذا میں نے اس پر ہر تصدیق ثبت کر دی۔“

یہ خالص علمی کتاب فارسی میں لکھی گئی ہے، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اردو میں ترجمہ کیا اور مکتبہ قادریہ نے اصل فارسی کو اور اس کے ساتھ اردو ترجمے کو لاہور سے نشر کیا ہے۔ (اردو ترجمہ ۲۵۰ صفحات میں ہے اور پھر ۳۳۷ تک اصل فارسی ہے) کتاب از اول تا آخر شایان مطالعہ ہے۔ علامہ اجل نے آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ سے استدلال کیا ہے۔

(۴) یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ ص ۱۵۱

لہ سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس حدیث شریف کو احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، حاکم کی روایت جابر سے اور طبرانی کی روایت ابن عباس سے اور خطیب کی روایت ابن عمر اور کعب بن عجرہ سے لکھی ہے۔



مولانا اسماعیل نے عوام الناس کے واسطے اردو میں یہ رسالہ لکھا ہے، وہ عوام کو سنت کی راہ دکھا رہے ہیں۔ کیا وہ دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی شان اور مخلوق کی بے قدری کا بیان ایسے کرے ہوئے الفاظ سے کیا ہے؟ حضرت انبیا علیہم السلام پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اُن کو اللہ نے رفعت اور عظمت عنایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے:

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا. ”اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے“ — اور ارشاد کرتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ.

”یہ رسول بڑائی دی ہم نے اُن میں سے ایک کو ایک، کوئی ہے کہ کلام کیا اس اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے۔“ اور فرماتا: وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ. اور انھیں ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا۔“

جن پر اللہ کا عظیم فضل ہو، اور جن کو اللہ بڑائی دے، اور جن کو اللہ پسند کرے اور جن کو اللہ سیدھی رائے چلائے، اُن کو ایسی کریمہ تمثیل میں شامل کرنا مولانا اسماعیل ہی کا کام ہے، نجدی کی پیروی نے ان کو اس راہ پر لگایا ہے۔ علماء اہل سنت و جماعت کی صد ہا کتابوں کا مطالعہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کر چکا ہوں، کسی ایک نے بھی ایسی کریمہ تمثیل نہیں لکھی ہے۔ علامہ ابن مرزوق نے اپنی کتاب ”التَّوَسُّلُ بِالْبَنِيِّ وَجَهْلُهُ الْوَهَابِيَّةِ“ میں محمد بن عبد الوہاب کی کچھ عبارتیں اس قسم کی لکھی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مولانا اسماعیل نے بعض عبارتوں کو سنا، یا دیکھا ہو۔ مولانا اسماعیل نے تقویۃ الایمان کے صلہ میں یہ بھی لکھا ہے:

”اولیاء انبیا، امام و امام زادہ و پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو اُن کی فرماں برداری کا حکم کیا، ہم اُن کے چھوٹے ہیں۔“

مولانا اسماعیل اس عبارت کے لکھنے سے پہلے سورہ حجرات کی چھٹی آیت پر خیال کر لیتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”الَّتِي أَوَّلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَرْوَاهُ أَهْلَهُمْ“ اور پھر اپنے چچا شاہ عبدالقادر کا ترجمہ دیکھ لیتے۔ انھوں نے یہ ترجمہ کیا ہے:

”نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں۔“ بڑے بھائی کی بیوی ماں نہیں ہو کرتی، سردار و عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی آدم کے آقا ہیں، آپ کا ارشاد گرامی ہے:

”أَنَا سَيِّدٌ وَلِدَاكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ لِي“ قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا آقا ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے۔“ — ہم سب آپ کے غلام ہیں۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے:

”حضرت سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے، منبر نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والتَّحِيَّةُ پر خطبہ پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ تَوَسُّونَ مِنِّي شِدَّةً وَغِلْظَةً وَذَلِكَ إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدًا وَخَادِمًا وَكَانَ كَمَا قَالَ اللَّهُ بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفًا رَحِيمًا فَكُنْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالسَّيْفِ إِلَّا أَنِّي يَحْمَدُ فِي اللَّهِ أَوْ يَنْهَانِي عَنْ أَمْرٍ فَأَكْصِفُ وَإِلَّا أَقْدَمْتُ عَلَى النَّاسِ لِمَكَانٍ لِيْنِي“

(اے لوگو! میں سمجھتا ہوں کہ تم مجھ میں شدت اور سختی کا احساس کرتے ہو اور چونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، میں آپ کا غلام اور خدمت گار بن کر رہا، کیوں کہ آپ کی تودہ شان تھی جس کا بیان اللہ نے کیا ہے: ”مومنوں پر نہایت رحم اور شفقت کرنے والے“ لہذا میں آپ کے حضور میں نیکی سے تلوار بن کر رہا مگر یہ کہ اللہ مجھ کو غلام میں کرتا یا آپ مجھ کو کسی کام سے روکتے تو میں رُک جاتا تھا ورنہ آپ کی نرمی کی وجہ سے مجھ کو لوگوں کی طرف رُخ کرنا پڑتا تھا۔)

ایک صاحب علم و فضل و معرفت نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: أَنَا عَبْدٌ مِنْ عِبْدِ مُحَمَّدٍ. ”میں حضرت محمد کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔“ اس وقت میرے ساتھ ابن النعم حضرت حافظ محمد ابو سعید بن حضرت شاہ محمد معصوم بن حضرت شاہ عبدالرشید بن حضرت شاہ احمد سعید بھی تھے۔ حضرت علی کے ایمان افروز جواب کُن کر آپ نے فرمایا:



مَا حَسُنَ قَوْلُ الْمُتَّقِينَ فِي أَحْمَدَ إِنَّي لَعَبْدٌ مِنْ عِبِيدِ مُحَمَّدٍ

”حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بات میں کیا ہی دل آویزی ہے کہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔ ہمارے حضرات عالی قدر بڑی نیاز مندی سے کہا کرتے تھے :

من کیستم کہ با تو دم دوستی ز نم چندیں سگان کوئے تو یک کتیریں منم  
توحید کی حفاظت - اور نام نہاد شرک سے بچاؤ کے نام پر محمد بن عبدالوہاب کی پیروی میں  
مولانا اسماعیل کس ہاویہ کی طرف عاجز، جاہل اور ناسمجھ افراد کو لے جا رہے ہیں، اسی قباحت کو دیکھ کر مولانا مخصوص اللہ نے تحریر فرمایا ہے :

”ہمارے خاندان سے دو شخص ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سے سب کچھ جھن گیا تھا۔“

محمد بن عبدالوہاب اور مولانا اسماعیل کو عاجز جاہل مسلمانوں میں دنیا بھر کا شرک نظر آگیا، اور میں نے اپنے حضرت والا شاہ عبداللہ ابوالخیر قدس سرہ کو بار بار یہ فرماتے سنا ہے :  
”اُس وقت کے مسلمانوں کے اعمال میں کمزوریاں تھیں لیکن آخرت پر ایمان اور یقین کامل میں بہت بخت اور بڑے ثابت قدم تھے“

مولانا عاشق الہی نے مولانا محمود الحسن کا یہ بیان لکھا ہے :  
”فرمایا : مولوی عاشق الہی ! ایک بات کہوں، ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ ہندوستان میں علم کی اتنی کمی تھی کہ دُور کیوں جاؤ، ہمارے اضلاع میں جنازہ

لے افسوس صد افسوس کہ میرے شیخ و مہربان و محترم برادر اجانب بہ روز سہ شنبہ تیس صفر ۱۳۰۴ ہجری ۶ دسمبر ۱۹۸۳ء دن کے گیارہ بج کر سترہ منٹ پر راجپور میں رحلت فرمائے غلبہ بریں ہوئے اور رات کو نو بجے میرے جد امجد حضرت شاہ محمد عمر کے پہلو میں جانب غرب مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَ رَضِیَ عَنْہُ۔

امروز گراں رفتہ عزیزاں خبرے نیست فردا ست دریں بزم زما ہم اثرے نیست  
۱۸۱ و ۱۸۲ -

پڑھانے والا مشکل سے ملتا تھا، آج علم کی کثرت کا یہ حال ہے کہ شہر تو شہر کوئی قصبہ بلکہ شاید کوئی گاؤں بھی ایسا نہ ہو جہاں کوئی مولوی نہ مل جائے۔ اس کے بعد دوسرا پہلو دیکھو کہ غدر کا زمانہ گزرے کچھ مدت نہیں ہوئی کہ ابھی اس کے دیکھنے والے بھی زندہ ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ پھانسی گڑھی ہوئی تھی اور ان ناکردہ مظلوموں کا پرابندھا ہوا تھا، جن کو پھانسی کا حکم دیا جا چکا تھا۔ وہ لوگ آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ ایک نعش کو اتارا جا رہا اور دوسرے زندہ کو چڑھایا جا رہا ہے، اس طرح پر موت ان کے نظر کے سامنے تھی اور ان کو عین الیقین تھا کہ چند منٹ بعد میرا شمار مُردوں میں ہوا جائے گا، بائیں ہر کوئی جھوٹوں بھی اُن کے متعلق ضعف ایمان کا یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ کسی بچے نے بھی موت سے ڈر کر اسلام سے انحراف یا تبدیل مذہب کا خیال کیا ہو۔ باوجود قلت علم اور غلبہ جہالت کے ان کا ایمان اتنا بخت تھا کہ مرنا قبول تھا مگر مذہب پر حرف آنا قبول نہ تھا اور آج بائیں کثرت علم ضعف ایمان کا یہ حال ہے کہ ڈنڈے کے خوف یا دو پیسے بلکہ دو حرف انگریزی عطیہ کی طمع دلا کر چاہے کہلا لو، عجب بات ہے۔ قلت علم کے وقت میں ایمان میں اتنی قوت اور کثرت علم کے زمانے میں ایمان کی اتنی کمزوری“

اس کے بعد فرمایا :

”سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک جگہ علامت قیامت بیان کیا علم کا کم ہونا اور دوسری جگہ فرمایا کہ قیامت کے قریب علم زیادہ ہو جائے گا، اہل باطن نے بغیر دیکھے نور فراست سے تطبیق دی تھی مگر ہم بد نصیبوں نے اس وقت کو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ صورت علم کثیر ہو گئی مگر حقیقت علم قلیل ہو گئی اور یہی خاص علامت ہے قریب قیامت کی“

مولانا اسماعیل کی اس کزیم عبارت ”ہمارے بھی ذیل ہے“ کے جواز کے لئے ایک

لے ڈاکٹر محمد اشرف نے اپنی کتاب ”ہندوستانی مسلم سیاست پر ایک نظر“ ص ۱۷ میں لکھا ہے : ”انگریزوں کی بربریت کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو گا کہ صرف دہلی میں انھوں نے ستائیس ہزار مسلمانوں کو پھانسی پر لٹکایا۔“



حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، جس کو شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

لَا يَكْفِيكَ إِيْمَانُ الْهَرَمِ حَتَّى يَكُونَ النَّاسُ كَالْأَبْعَادِ.

”کسی کا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک کہ لوگ اس کے نزدیک نہ ہوں جیسے نہ ہوں۔“ اب یہاں پہلا سوال یہ ہے کہ یہ حدیث ہے بھی یا نہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ نے سند نہیں لکھی ہے اور پھر ”النَّاسُ“ کے ”اَنفِ لام کے متعلق دیکھنا ہے کہ یہ عہدِ ذہنی کے لئے ہے یا عہدِ خارجی کے لئے یا یہ استغراق کے واسطے ہے۔ عہدِ ذہنی یا عہدِ خارجی کی صورت میں وہی افراد مراد ہوں گے جن کا خیال ذہن میں ہے یا خارج میں ہے، اور استغراق کی صورت میں عموم ہے اور ”مَا مِنْ عَامٍ إِلَّا وَقَدْ خُصَّصَ“ مشہور و معروف قول ہے کہ ”عام میں تخصیص ہو کر رہتی ہے۔ اور کوئی عام اس سے خالی نہیں۔ لہذا شیخ الشیوخ کی نقل کردہ عبارت کا یہ مطلب ہو کہ کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک کہ لوگ اس کی نظر میں اونٹ کی مینگنیوں کی طرح بے وقعت نہ ہوں۔ ہجر اُن افراد کے جن کو اللہ نے بڑائی دی ہے۔ مولانا اسماعیل نے بڑا اور چھوٹا لکھ کر ہر تاویل کا راستہ بند کر دیا ہے۔ اللہ فضل فرمائے۔

⑤ اُس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و درشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر ڈالے۔ ص ۳۷ مولانا اسماعیل یہ سب کچھ توحید کی حفاظت کے لئے کر رہے ہیں، پروردگار جلّت حکمتہ سورہ نسا کی آیت (۲۳) میں فرماتا ہے :

إِنْ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْخُذْ بِآخَرِينَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا.

”اگر چاہے تم کو دُور کرے لوگو! اور لے آوے اور لوگ اور اللہ کو یہ قدرت ہے۔“ اگر مولانا اسماعیل اس مقام میں اس آیت مبارکہ کا مفہوم لکھ دیتے تو کیا نقص واقع ہوتا بے شک اس آیت مبارکہ میں حضرت جبریل علیہ السلام اور خاص کر محبوب کبریا سردارِ گل انبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہیں ہے اور مولانا اسماعیل کو یہی مبارک نام ذکر کرنا تھا۔

۱۔ ملاحظہ کریں عوارف المعارف کے تیسرے باب کی تیسری فصل۔

اس مسئلے میں علامہ اجل مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق بھری کتاب تحقیق الفتاویٰ میں تفصیل سے بحث کی ہے اور ۱۔ مولانا محمد شریف ۲۔ مولانا حاجی محمد قاسم ۳۔ مولانا محمد حیات آری ۴۔ مولانا کریم اللہ ۵۔ مولانا محمد رشید الدین خاں ۶۔ مولانا مخصوص اللہ ۷۔ مولانا محمد رحمت ۸۔ مولانا عبدالخالق ۹۔ مولانا محمد عبد اللہ ۱۰۔ مولانا محمد موسیٰ ۱۱۔ مولانا خادم محمد ۱۲۔ مولانا احمد سعید مجددی (اس عاجز کے جدِ اجدد والد بزرگوار) ۱۳۔ مولانا محمد شریف ۱۴۔ مولانا محمد حیات ۱۵۔ مولانا صدر الدین ۱۶۔ مولانا رحیم الدین ۱۷۔ مولانا امیر محبوب علی نے تائید اور تصویب فرمائی ہے۔ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور یہ اثر لیا ہے کہ اگر کوئی شخص انصاف کی نظر سے اس کا مطالعہ کرے گا وہ ان اکابر کا ہمنوا بنے گا۔ یہ حضرات اپنے وقت کے منتخبات روزگار تھے، ۱۲۴۰ھ میں ان کے دستخط ثبت ہوئے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

⑦ کسی کی قبر یا کسی کے تھان پر دُور دُور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کھیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھلنے اور منتیں پوری کرنی اور کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اٹھا کرنا اور اس قسم کے کام کرے اور اُن سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھتی یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہئے۔ ص ۵

علامہ ابن تیمیہ کی وفات ۲۰ ذی القعدہ ۷۲۸ھ (۴ اکتوبر ۱۳۲۸ء) کو ہوئی ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے لئے سفر کرنے کو ناجائز قرار دیا۔ انہوں نے اس مسئلے میں چاروں مذاہب کے علماء سے اختلاف کیا علماء اعلام اورائمہ کرام نے خالص علمی پسریے سے ان کا رد کیا ہے۔

ابن تیمیہ نے اُن تمام مبارک احادیث کو جو ثابت ہیں اور جن کی روایت ائمہ حدیث اور اُمت کے اکابر کرتے چلے آئے ہیں بیک جنبشِ قلم موضوعی قرار دے دیا ہے۔ ان کے زمانے میں اللہ کے فضل و کرم سے چاروں مذاہب کے جلیل القدر علماء موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن حضرات کی قبروں کو نور سے معمور کرے، انہوں نے ابن تیمیہ کے باطل دعوے کو بآخس و تہرذ کیا۔

اس سلسلے میں امام تقی الدین ابوالحسن علی بنک شافعی نے کتاب ”شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام“



لکھی ہے، ابتدا میں انھوں نے اُن پندرہ احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے جن کی روایت ائمہ اعلیٰ نے کی ہے۔ ہر حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی روایت ائمہ میں سے کس نے کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے یا حسن یا ضعیف، اور صرف روضہ مطہرہ کی نیت سے سفر کرنے کے کیا فضائل ہیں اور علماء اعلام نے کیا فرمایا ہے۔

علامہ سبکی کے بعد جلیل القدر علماء کرام نے اس سلسلے میں کتابیں لکھی ہیں، جیسے علامہ آغل نور الدین علی بن جمال الدین عبداللہ السید المحسنی السہودی ساکن مدینہ منورہ، آپ نے نفیس کتاب ”وَفَاءُ الْوَفَا بِأَخْبَارِ دَارِ الْمُصْطَفَى“ صلی اللہ علیہ وسلم، دو جلدوں میں ۸۸۶ھ میں لکھی ہے، دوسری جلد کے آخر میں آپ نے سترہ مبارک حدیثیں ائمہ اعلام کی روایت کردہ لکھی ہیں، اور ہر روایت کی کیفیت بیان کی ہے۔

علامہ مفتی صدر الدین نے رسالہ مبارکہ ”مُنْتَهَى الْمَقَالِ فِي حَدِيثِ لَا تُشَدُّ الرِّجَالُ“ لکھا ہے اور حقیقت امر کا اظہار کیا ہے۔

علامہ ابن الہمام نے اس مسئلے میں نہایت نفیس بحث کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو لکھا ہے:

مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا تَحْمِلُهُ حَاجَةٌ إِلَّا زَيَّرَنِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ”جو شخص میرے پاس زیارت کے لئے آئے، میری زیارت کے علاوہ اس کی آمد میں اور کوئی غرض نہ ہو مجھ پر حق ہوا کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔“

اور لکھا ہے کہ ایک مرتبہ صرف آپ ہی کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کیا جائے تاکہ آپ کی شفاعت کی دولت سے سرفراز ہو۔

علامہ السید السہودی نے لکھا ہے:

بیت المقدس کی فتح کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کو روانہ ہونے لگے، آپ نے کعب احبار سے فرمایا جو کہ اسلام کو قبول کر چکے تھے: هَلْ لَكَ أَنْ تَيَّبِرَ مَعِيَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَتَزُورَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ”کیا تمہاری خواہش ہے کہ میرے ساتھ مدینہ منورہ جاؤ؟“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر کی زیارت نعمت گہری اور سعادت عظمیٰ اور امر مشروع نہ ہوتا تو کیا حضرت عمر کعب احبار کو تشویق دلاتے؟ علامہ ابن جوزی نے حضرت حفصہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے یہ دعا کی:

اللَّهُمَّ قَدْ لَدِّي سَبِيلُكَ وَوَقَاةٌ فِي بَلَدِكَ يَبْتَكَ۔ ”بار مولیٰ تیری راہ میں قتل ہونے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مرنے کا سوال ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ طیبہ ہی میں شہادت دی اور حجرہ مقدسہ میں ثانی اثنین کے پہلو میں جگہ ملی۔

علامہ ابن تیمیہ حرانی نے من مانا انوکھا استدلال کیا ہے، مسجدوں سے متعلق حدیثوں کو زیارت قبور پر چپکا دیا ہے اور حدیث شریف رُوِذَةُ الْقُبُورِ رَفَاهًا شَدَّ كُرْكُمُ الْآخِرَةَ كُونِيَا مَنِيَا کر دیا یعنی ”قبور کی زیارت کرو کیوں کہ زیارت قبور تم کو آخرت یاد دلائے گی“ اور آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی امت کو اپنی مبارک قبر کی زیارت کی تشویق دلائی ہے، اُن سب ثابت احادیث مبارکہ کو موضوعی قرار دے دیا اور وہ افراد جو ائمہ اربعہ کی تقلید سے اپنے کو آزاد کر چکے ہیں، ابن تیمیہ کے ہمنوا بن گئے ہیں۔ سات سو سال سے ائمہ اعلام اور علماء کرام جس مبارک فعل کو مستحب بلکہ قریب بہ واجب کہتے چلے آئے وہ بیک جنبش قلم آٹھویں صدی میں حرام قرار دے دیا گیا۔

ابن تیمیہ کے پیروان اپنے کو ”تیممیین“ یا ”حرانیہ“ نہیں کہتے بلکہ کوئی اپنے کو ”انصار السنۃ“ کہتا ہے، کوئی ”سلفی“ کہلاتا ہے، کوئی ”مؤید“ کا نام لیتا ہے، کوئی ”دہانی“ ہے، کوئی ”اسماعیلی“ اور کوئی ”نجدی شیعہ“۔ یہ لوگ اب تیرہ چودہ سو سال کے بعد احادیث شریفہ کی روایات میں بحث کرتے ہیں، اتنا خیال نہیں کرتے کہ سورج گہن کی ناز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باتفاق علماء کرام صرف ایک مرتبہ پڑھائی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ نے ہر رکعت میں ایک رکوع کیا، کوئی کہتا ہے: ہر رکعت میں دو رکوع، کوئی کہتا ہے: تین رکوع، کوئی کہتا ہے: چار رکوع اور کوئی کہتا ہے: پانچ رکوع کئے۔ ائمہ ہدیٰ میں سے کسی نے کوئی روایت لی اور کسی نے کوئی دوسری چونکہ پانچوں روایتوں میں سے ایک بھی موضوعی نہیں ہے لہذا کسی پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔



اب جو لوگ اپنے کو انصارِ سنت یا اہل حدیث یا سلفی کہتے ہیں اُن کو چاہئے کہ کسی روایت پر عمل کریں کہ کسی دوسری پر، وہ پانچوں روایتوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں، لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ہندوستان سے لے کر نجد تک سب کا عمل اُس روایت پر ہے جس کو ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے، یہ کہنا کہ امام بخاری کی روایت اولیٰ ہے، تحکم کے سوا اور کچھ نہیں، امام بخاری ہوں یا کوئی دوسرے محدث، اُن کی نظر راویوں کے احوال پر ہوتی ہے۔ اگر احوال درست ہیں، حدیث ثابت ہے، یہ ثبوت اس امر کو مستلزم نہیں کہ حقیقت امر بھی یہی ہو سورج گہن کی نماز کا بیان ابھی گزرا ہے، ثابت روایتیں پانچ ہیں اور ان میں سے صرف ایک مطابق حقیقت ہے باقی چار غیر مطابق ہیں۔

میں ایک مثال صحیح امام بخاری سے پیش کرتا ہوں تاکہ مسئلہ واضح ہو، ملاحظہ فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے، اور مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل پہلے بنی عمرو بن عوف کی بستی میں جس کو قباء کہتے ہیں چند روز قیام کیا اور پھر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ قباء میں آپ نے کتنے دن قیام فرمایا، اس سلسلے میں صحیح بخاری میں تین روایتیں ہیں: ایک بابُ هَلْ يَنْتَبِشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيَخْتَدُّ مَكَائِهِمْ مَسَاجِدَ میں کہ جو بیس رات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام کیا اور راوی حضرت انس ہیں، دوسری ہجرت کے بیان میں حضرت عائشہ سے تین بڑے صفحات کی روایت میں يَضَعُ عَشْرَةَ لَيْلَةٍ ہے، یعنی کچھ اوپر دس راتیں، اور تیسری روایت بابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ شب وہاں قیام کیا۔ یہ روایت بھی حضرت انس کی ہے، پہلی روایت اور تیسری روایت میں تعارض ہے، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ یہ تین روایتیں اگرچہ صحیح بخاری میں ہیں، اہل سیر اور اصحابِ مغازی نے ان میں سے ایک بھی نہیں لی ہے۔ امام حافظ فتح الدین ابوالفتح محمد عمری اندلسی اشبیلی مصری معروف بہ ابن سید الناس نے لکھا ہے:

لہ ملاحظہ کریں صحیح بخاری مطبوعہ مولانا احمد علی سہارنپوری، ص ۶۱ و ۵۵۵ و ۵۶۰۔

لہ ملاحظہ کریں غیون الأثری فی فتون البخاری والشمائل والتبیر، جلد اول، ص ۱۹۳ و ۱۹۴۔

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ وَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْثَلَاثَةِ وَيَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ وَأَسَسَ مَسْجِدَهُمْ ثُمَّ أَخْرَجَهُ اللَّهُ مِنْ بَيْنِهِمْ أَظْهَرَهُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَبَنَى عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ مَكَتَ فِيهِمْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ وَكَانَ رَوَيْتًا عَنْ أَنَسٍ مِنْ طَرِيقِ الْبُخَارِيِّ إِقَامَتَهُ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَالْمَشْهُورُ عِنْدَ أَهْلِ الْبُخَارِيِّ مَا ذَكَرَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ.

”ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف میں پیر، منگل، بُدھ، جمعرات قیام کیا اور بنی عمرو بن عوف کی مسجد (قباء کی مسجد) کی تاسیس کی اور جمعے کے دن وہاں سے اللہ تعالیٰ آپ کو (مدینہ منورہ) لے گیا۔ بنی عمرو بن عوف کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اُن کے پاس زیادہ رہا ہے اور بخاری کے طریقے سے جو روایت ہم کو اُن کی پہنچی ہے اس سے قیام کی مدت چودہ رات ہوتی ہے، لیکن اصحابِ مغازی کے نزدیک ابن اسحاق کا بیان مشہور ہے۔“

چوں کہ محمد بن اسحاق نے تاریخ اور واقعات کی بنا پر یہ مدت مقرر کی ہے اس لئے اہل سیر اور اصحابِ مغازی نے ان کے قول کو اختیار کیا ہے۔ یہی کیفیت حضراتِ ائمہ مجتہدین کی ہے وہ حقائق ثابتہ اور واقعات صحیحہ کی بنا پر صحیح روایت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ امام مالک امام زہری کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور جو روایت از مالک از زہری از ناخ از ابن عمر ہو، تمام محدثین کے نزدیک صحیح اور مستکم روایت ہے اور اس سلسلے کو ”سلسلة الذهب“ کہتے ہیں۔ امام مالک کو زہری سے رفع یدین کی روایت پہنچی ہے، مع ہذا آپ کا مذہب یہ ہے:

رَفَعَ الْيَدَيْنِ عَنْهُ وَالْمُتَكَبِّرُ عِنْدَ تَكْبِيرِهِ الْإِحْرَامَ مَنَعَهُ وَفِي كَعْدَةِ ذَلِكَ مَكْرُوهٌ.  
”تکبیر تحریم کے وقت مونڈھوں تک ہاتھوں کا اٹھانا بہتر ہے اور اس کے علاوہ مکروہ ہے۔“

لہ ملاحظہ کریں کتاب الفقہ علی النہایہ (قسم عبادات) ص ۲۰۱: یہ کتاب نہایت مستند ہے، ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں مصر کی وزارتِ اوقاف نے ازہر کے علماء کبار کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ چاروں مذاہب کے مسائل نماز، روزہ، زکات، حج اور قربانی نہایت آسان طریقہ پر بیان کریں ہر مذہب کے مسائل کا بیان کسی مذہب کے علماء کریں۔ چنانچہ علماء کرام کی جماعت نے یہ کتاب مرتب کی اور ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۸ء میں یہ کتاب چھپی۔



یعنی رکوع کو جلاتے وقت یا رکوع سے اُٹھتے وقت یا دوسری رکعت کے لئے اُٹھتے وقت بفرمیدین کرنا مکروہ ہے۔

مدینہ منورہ میں اکابر صحابہ کے جلیل القدر سات شاگرد تھے، اُن کو فقہائے سبعہ بدینہ کہتے ہیں۔ اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں :

۱۔ سعید بن المسیب، ۲۔ عروہ بن الزبیر، ۳۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، ۴۔ خارجه بن زید بن ثابت، ۵۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، ۶۔ سلیمان بن یسار۔ اور ساتویں میں تین قول ہیں : (ایک) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، (دوسرا) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب، (تیسرا) ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام۔ اگر ان سات حضرات کا کسی مسئلے میں اتفاق ہو جاتا تھا اور ان کے اتفاق کے خلاف کوئی صحیح روایت ہوتی تھی، امام مالک فقہائے سبعہ کے اتفاق کو اختیار کرتے تھے۔

چاروں برحق اماموں کا زمانہ قرونِ ثلاثہ رہا ہے جس کی خیریت اور خوبی کی خبر دربارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں، اس عرصے میں ہزار ہا علماء اعلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں اور اس پر پُر تصدیق لگا چکے ہیں ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارہویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سَوَادِ اعْظَمُ کا ساتھ دو۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ تم پہلے اُن کو پرکھو اور پھر ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے : ”میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا ہے : مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَمَعُوذًا عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ۔ ”جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔“ وَكَفَى بِأَبْنٍ مَسْعُودٍ حُجَّةً وَ إِمَامًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔

آں امامانے کہ کردند اجتہاد  
روح شال در صدر رحمت شاد باد  
رحمت حق بر روان حملہ باد  
قصر دیں از علم شان آباد باد

④ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَوْفَتْقَا أَهْلَ لَعْنٍ لِّلَّهِ بِهِ۔ ترجمہ : ”فرمایا اللہ نے سورۃ انعام میں : یا گناہ کی چیز مشہور کی گئی ہو اللہ کے سوائے اور کی کر کے“ ف یعنی جیسا سور اور نو ہو اور مردار ناپاک اور حرام ہے کہ گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوائے اور کسی کا ٹھہرایا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹھہرائے اور وہ جانور حرام ہے اور ناپاک۔ اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی مخلوق کا نام لےجے جب حرام ہو، بلکہ اتنی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ سید احمد کبیر کا ہے یا یہ بکر اشخ سُد کا ہے سو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ ۷۵

یہ آیت مبارکہ سورۃ انعام کی آیت ۱۴۵ ہے اور نجدی کے رسالے میں چوبیسویں آیت ہے۔ اس کے اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ فِي رَدِّ الْإِشْرَاقِ فِي الْعِبَادَةِ کی پانچویں آیت ہے اور تقویۃ الایمان میں بھی چوبیسویں آیت ہے اور اس کی اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ فِي رَدِّ الْإِشْرَاقِ فِي الْعِبَادَةِ کی پانچویں آیت ہے۔

نجدی نے آیت شریفہ لکھ کر لکھا ہے : اَلْمَوَادُّ مَا قِيلَ فِي حَقِّهِ اَنَّهُ لِبَنِي اَدْوَنِي يَصِيرُ حَرَامًا وَتَجَسَّأَ مِثْلَ الْخَنَازِيرِ، لَا مَا ذَكَرَ اسْمُهُ عَلَيْهِ اَللَّهُ عِنْدَ ذَبْحِهِ فَإِنَّ هَذَا اَلْمَعْنَى تَحْرِيفٌ لِلْفُتُوَاتِ مُخَالِفٌ لِجَمْعِهِوَالْمُفَسِّرِينَ۔

” (اس آیت سے) مراد یہ ہے : جس کے متعلق کہا جائے کہ یہ نبی کے لئے ہے یا ولی کے لئے ہے وہ حرام اور نجس ہو جاتا ہے مثل سور کے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت لیا جائے کیوں کہ یہ ترجمہ قرآن کی تحریف ہے اور جمہور مفسرین کے خلاف ہے۔“

ناظرین ملاحظہ کریں کہ مولانا اسماعیل کی کتاب کے فصل کا وہی نام ہے، مولانا نے اس فصل کی آیات کو اسی ترتیب سے لکھا ہے جس ترتیب سے نجدی نے اپنے رسالے میں لکھا ہے، البتہ نجدی نے پانچ آیتوں پر اکتفا کی ہے اور مولانا نے چھٹی آیت : يَا صَاحِبِي السَّيِّئِ کا اضافہ کیا ہے۔ مولانا نے نجدی کی پوری پیروی کی ہے، اس نے اگر خنزیر لکھا ہے آپ نے بھی سور لکھا ہے۔ اور اَهْلَ لَعْنٍ لِّلَّهِ بِهِ کا وہی ترجمہ اور بیان کیا ہے جو نجدی نے کیا ہے، کاش مولانا اپنے بچا شاہ عبدالقادر کا ترجمہ اٹھا کر دیکھ لیتے۔ شاہ عبدالقادر تحریر فرماتے ہیں :



”یا گناہ کی چیز جس پر پکارا اللہ کے سوا کسی کا نام“

مختار الصحاح عربی کی مستند لغت ہے، اہل کے متعلق لکھا ہے:

وَأَهْلُ الْمُعْتَمَرِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّلْبِيَةِ وَأَهْلُ بِالسُّبْحَةِ عَلَى الذِّبْحَةِ وَقَوْلُهُ  
تَعَالَى وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ أَيْ تُؤَدَّى عَلَيْهِ بِغَيْرِ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَأَصْلُهُ رَفَعَ الصَّوْتَ

”یعنی عمرہ کرنے والے نے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کی آواز بلند کی اور ذبیحہ پر بلند آواز سے  
اللہ کا نام لیا اور اللہ کا ارشاد ہے اور وہ جس پر پکارا گیا اللہ کے سوا کا نام اور اہل کے  
اصل آواز کا بلند کرنا ہے۔“

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے:

أَنْ يَكُونَ مَذْبُوحًا ذَبْحَهُ دَابِخٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ لِصَنَمِهِ وَ  
الْهَيْوَةِ فَذَكَرَ اسْمَهُ وَشَبَّهَ فَإِنَّ ذَلِكَ الذَّبْحَ فَسَقَ نَهَى اللَّهُ عَنْهُ وَحَرَّمَهُ وَنَهَى عَنْ أَمْنِ  
بِهِ مِنْ أَكْلِ مَا ذَبَحَ كَذَلِكَ.

”جو کہ بت پرست مشرکوں میں سے کسی مشرک کا اپنے صنم اور معبودوں کے واسطے ذبح کیا ہوا  
ہو اور اس نے اپنے بت کا نام لیا ہو، ایسا ذبیحہ فسق ہے، اللہ نے اس سے روکا اور اس کو  
حرام کیا ہے اور جو شخص اللہ پر ایمان لایا ہے اس کو ایسے ذبیحہ کے کھانے سے منع کیا ہے۔“  
علامہ جابر اللہ محمود بن عمر نخعشری نے لکھا ہے:

سَمِعْتُ مَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ فَسَقًا لَتَوْعَلِّمُ فِي بَابِ الْفِسْقِ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَا تَأْكُلُوا  
مِمَّا لَمْ يُذَكِّرْكُمْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَئِنْ لَفُسَقُ.

”جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا گیا اس کا نام فسق رکھا کیوں کہ ایسا کرنا فسق میں تو غل ہے  
اور ایسا ہی اللہ کا یہ قول ہے: اور نہ کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام نہ لیا ہو اور وہ فسق ہے۔“  
یہ قول اللہ تعالیٰ کا اسی سورت کی آیت ۱۲۲ میں ہے۔

علامہ قاضی ابو سعید عبداللہ ناصر الدین بن عمر شیرازی بیضاوی نے لکھا ہے:

لہ تفسیر جامع البیان، ج ۵ ص ۴۰۔ لہ تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج ۳ ص ۳۱۳  
لہ أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج ۲ ص ۲۱۱۔

وَأَسْمَا سَمِعْتُ مَا ذَبَحَ عَلَى اسْمِ الصَّنَمِ فَسَقًا لَتَوْعَلِّمُ فِي الْفِسْقِ.

”جو کسی صنم کے نام پر ذبح کیا جائے اس کا نام فسق رکھا کیوں کہ ایسا کرنا فسق میں تو غل ہے۔“  
علامہ سید ابوالفضل عمود شہاب الدین الاٹوسی البغدادی نے لکھا ہے:

أَصْلُ الْإِهْلَالِ رَفَعَ الصَّوْتَ وَالتَّمَرُّدُ الذَّبْحُ عَلَى اسْمِ الْأَصْنَامِ وَاسْمَا سَمِعْتُ ذَلِكَ  
فَسَقًا لَتَوْعَلِّمُ فِي الْفِسْقِ.

”اہل کی حقیقت آواز کا بلند کرنا ہے اور مراد یہ ہے کہ بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے اور  
اس فعل کا نام فسق رکھا گیا کیوں کہ ایسا کرنا فسق میں پوری طرح ڈوبنا ہے۔“  
علامہ القاضی محمد ثناء اللہ عثمانی نے لکھا ہے:

سَمِعْتُ اللَّهَ سُبْحَانَهُ مَا ذَبَحَ عَلَى اسْمِ الصَّنَمِ فَسَقًا لَتَوْعَلِّمُ فِي الْفِسْقِ.

”بت کے نام پر ذبح کئے جانے کو اللہ تعالیٰ نے فسق کا نام دیا ہے کیونکہ یہ فعل فسق میں بہت  
بڑھنا ہے۔“

اب میں نواب صدیق حسن خاں کی عبارت اُن کی تفسیر سے لکھتا ہوں نہ اس بنا پر کہ اُن سے  
مجھ کو کچھ لگاؤ ہے بلکہ اس بنا پر کہ وہ مولانا اسماعیل کے گرویدگان اور انصار میں سے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:  
أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ صِفَةٌ فَسَقًا أَيْ ذَبَحَ عَلَى الْأَصْنَامِ وَرَفَعَ الصَّوْتَ عَلَى ذَبْحِهِ بِاسْمِ  
غَيْرِ اللَّهِ.

”محمل اہل لغیر اللہ بہ، فسق کی صفت ہے یعنی جو بتوں پر ذبح کیا گیا ہو اور ذبح کرتے وقت  
غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔“

صدیق حسن خاں نے وہی بات کہی ہے جو مفسرین کرام نے کہی ہے۔ اب میں حضرات فقہاء  
کے ایک دو قول نقل کرتا ہوں کیوں کہ ہم کو مسائل بتانے والے ہی حضرات اختیار میں رضی اللہ عنہم  
اجمعین۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمُجُوسِيِّ لَبَّيْتُ نَارِهِمْ أَوْ الْكَافِرِ لِأَهْلِهِمْ تَوَكَّلْ لِأَنَّهُ سَمِيَ اللَّهُ

لہ مؤرخ المعانی، ج ۵ ص ۵۸۵۔ لہ تفسیر مظہری، ج ۳ ص ۳۳۶۔ لہ فتح البیان، ج ۲ ص ۲۳۲  
لہ ج ۳ ص ۳۱۸۔



ذِكْرُهُ لِلْمُسْلِمِينَ كَذَلِكَ فِي الشَّكَاخِيَّةِ عَنْ جَامِعِ الْفَتَاوَى.

”اگر کوئی مسلمان کسی آتش پرست کی بکری اس کے آتش کدہ کے لئے یا کسی کافر کی بکری ان کے معبودوں کے لئے ذبح کرے وہ کھائی جاسکتی ہے کیوں کہ ذبح کرنے والے نے اللہ کا نام لیا ہے البتہ ایسا فعل کرنا مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔ تنازعانہ میں جامع الفتاویٰ سے مسئلہ منقول ہے۔ یعنی آگ کا چجاری آگ کے واسطے اور آگ کے نام پر جانور خریدتا ہے اور کوئی کافر و مشرک اپنے معبودوں کے نام پر جانور ذبح کر رہا ہے اور ذبح کرنے والا مشرک ہے وہ چھری پھیرتے وقت اللہ جل شانہ کا پاک نام لیتا ہے وہ جانور حلال طیب ہے۔ اللہ کے نام کی برکت تمام اثرات بد سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔ چوں کہ نجدی نے لکھا ہے:

لَا مَا ذَكَرْنَا سَمَ عَلَيَّ اللَّهُ عِنْدَ ذَبْحِهِ فَإِنَّ هَذَا الْمَعْنَى تَحْرِيفٌ لِلْقُرْآنِ مُخَالِفٌ لِجَهْلُورِ الْمُتَفَرِّقِينَ  
”نہ یہ کہ غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت لیا جائے۔ یہ قرآن کی تحریف اور جہو مفسرین کے خلاف ہے۔“  
مولانا اسماعیل نے تفاسیر کو دیکھ بغیر نجدی کے قول کو لے لیا، اگر مولانا اسماعیل اور نہیں صرف علامہ الحافظ علامہ الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی شاگرد علامہ ابن تیمیہ کی ”تفسیر القرآن العظیم“ اٹھا کر دیکھ لیتے اس لغزش سے محفوظ رہتے۔ مختصر طور پر کچھ بیان اس مبارک تفسیر سے لکھتا ہوں جس کو تحقیق مطلوب ہو اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔ لکھا ہے:

ابوداؤد نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: ذَبِيحَةُ الْمُسْلِمِ حَلَالٌ  
ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ أَوْ لَمْ يَذْكُرْ إِنَّهُ إِذَا ذَكَرَ لَمْ يَذْكُرْ إِلَّا اسْمَ اللَّهِ. ”مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو، کیوں کہ اگر وہ نام لیتا تو اللہ ہی کا نام لیتا۔“ ابن عباس نے کہا ہے: اگر مسلمان نے ذبح کیا اور اللہ کا نام نہ لیا۔ کھالیا جائے فَإِنَّ الْمُسْلِمَ فِيهِ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ. ”کیوں کہ مسلمان میں اللہ کے پاک ناموں میں سے ایک نام موجود ہے۔“ وہ مؤمن ہے اور مؤمن رب العزت کا نام ہے۔ ابن کثیر نے ائمہ ہذا کے مذاہب کا بیان کیا ہے، اور لکھا ہے کہ اگر بھول کر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے نقصان نہیں ذبیحہ جائز ہے اور اگر قصداً چھوڑا ہے ”لَمْ يَجْعَلْ“ تو وہ حلال نہیں ہے۔ امام مالک امام احمد امام ابو حنیفہ اور اسحق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے،

اور یہی حضرت علی، ابن عباس، سعید بن المسیب، عطار، طاؤس، حسن بصری، ابومالک، عبدالرحمن بن ابی سیل، جعفر بن محمد اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کا مسلک ہے۔

اور لکھا ہے کہ اللہ نے فرمایا: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ يَدًا كَيْدًا اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ”اور نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔“ پھر پروردگار نے مسلمان پر رحم فرمایا اور آيَةُ أَحَدٍ لَكُمْ الطَّيْبُ بَابُ طَعَامٍ الَّذِينَ أَذْنُوا الْكِتَابَ حَلَالٌ لَكُمْ نَازِلٌ فَرَمَانِي ”آج حلال ہوئیں تم کو سب چیزیں سُتھری اور کتاب والوں کا کھانا تم کو حلال ہے۔“

جو شخص تمام دنیا کے مسلمانوں کو ابو جہل سے شدید تر کافر و مشرک سمجھے اور اس کے پیروان میں سے کسی کو مسلمانوں کے ہر فعل میں شرک نظر آجائے ایسے افراد یہی کچھ کہیں گے اور لکھیں گے۔ ان کو معلوم نہیں کہ ہر مسلم میں مؤمن کی شان جھلک رہی ہے اور اس کی رحمت کہہ رہی ہے: أُمَّةٌ مَذْبُوحَةٌ وَرَبُّ عَقُودٍ. ”امت خطا کا رہے اور رب آمرزگار ہے۔“

علامہ شہیر سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین شامی نے اس مسئلے میں اچھی تحقیق کی ہے۔ ان کے کلام کا خلاصہ لکھتا ہوں، جس کو تحقیق مطلوب ہو، ان کی کتاب کی طرف رجوع کرے۔ لکھا ہے:

ہر وہ ذبیحہ جو غیر اللہ کی تعظیم کے لئے کیا جائے، حرام ہے، اگر کسی بادشاہ یا امیر کی آمد پر اس کی بڑائی کے اظہار کے لئے صرف خوں کا بہانا مقصود ہو وہ ذبیحہ حرام ہے چاہے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا ہو، اور اگر تعظیم اللہ کی منظور ہے اور مقصد نفع حاصل کرنا ہو یا عقیقہ یا ولیمہ یا مرض کی شفا یا بی ہے یا مکان کی بنیاد رکھی ہے یا سفر سے بخیر واپسی ہوئی ہے ذبیحہ حلال ہے۔ بڑائی نے لکھا ہے: جو بھی یہ خیال کرے کہ ایسا ذبیحہ حلال نہیں ہے کیوں کہ اس میں بنی آدم کا اکرام ملحوظ ہے، لہذا یہ اَهْلُ لَغْوٍ لِّلَّهِ فِيهِ میں داخل ہے۔ یعنی ”غیر اللہ کے لئے ذبیحہ ہے۔“ یہ خیال قرآن، حدیث اور عقل کے خلاف ہے، کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قصاب جانور کو نفع کمانے کے واسطے ذبح کرتا ہے۔ اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ ذبیحہ مُردار ہے تو وہ جانور کو ذبح



ہی نہ کرے گا۔ ایسا خیال کرنے والے جاہل شخص کو چاہیے کہ قصاب کے ذبح کو نہ کھائے اور خوشی کے کھانے ولیمہ، عقیقہ وغیرہ بھی نہ کھائے۔

نجدی رسالہ جو کہ تقویۃ الایمان کی اصل ہے، جمعہ ۷ محرم الحرام ۱۲۲۱ھ کو مکہ مکرمہ پہنچا اور اُسی دن وہاں کے علماء کرام نے خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر اس کا رد لکھا، وہ تحریر فرماتے ہیں:

هَذَا أَتَشْرِفُ جَدِّئُ مَخَالِفٌ لِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذِمَّةُ الصَّخَابَةِ وَالنَّابِغُونَ وَتَبِعَهُمْ.

”یہ نئی تشریع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے اور صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے پیروان کے سمجھنے کے خلاف ہے۔“

ابوالحسن زبید کہتا ہے: عجیب اتفاق ہے کہ آج بھی مجھے کا دن ہے اور سات محرم الحرام ۱۴۰۴ھ ہے اور میں اُن علماء، اخبار، جیران پروردگار کے یہ الفاظ نقل کر کے اس کا ترجمہ لکھ رہا ہوں اور پورے ایک سو تراسی سال کے بعد ان حضرات کی تائید اور تصویب کرتا ہوں۔ ان حضرات نے بیت اللہ کے دروازے کے سامنے بیٹھ کر حق کا اظہار کیا ہے: فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ۔ ”جو کوئی چاہے ملنے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔“ میرے پیش نظر یَسِّرُوا وَلَا تَعْسِرُوا، يَسِّرُوا وَلَا تَعْسِرُوا ہے کہ ”آسان کرو مشکل نہ بناؤ، بشارت سناؤ نفرت نہ دلاؤ۔“ اسی مبارک ارشاد پر تقویۃ الایمان کے تبصرے کو ختم کرتا ہوں۔

میں نے مختلف تذکروں میں مولانا اسماعیل کے احوال پڑھے، اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال رہا، نہ مادِ حین کی مدح اثر انداز ہو سکی اور نہ قادِ حین کی قدح غلط راہ پر ڈال سکی۔ جو علم اور سمجھ اللہ نے دی ہے اُسی سے کام لیا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تقویۃ الایمان لکھ کر مولانا اسماعیل نے محمد بن عبدالوہاب کی پیروی میں ابتدائی قدم اٹھایا ہے اور آخری قدم آپ کی تحریک جہاد ہے، کیوں کہ آپ نے دیکھ لیا کہ محمد بن عبدالوہاب کو اس وقت کامیابی ہوئی جب ان کو ”کُفْرٌ شَدِيدٌ“ کی پشت و پناہی حاصل ہو گئی، چنانچہ آپ نے جہاد کی راہ، ہموار کی۔ ابتدائی مراحل خیر و خوبی

لے مگر شدید بمعنی حکم آسرا ہے، یعنی قوی مددگار۔ سورہ ہود کی آیت ۸۰ میں حضرت لوط علیہ السلام کے قول میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

سے ملے ہوئے اور آپ اپنے پیرومرشد اور رفقاء کی معیت میں برائے جہاد روانہ ہوئے۔ چوں کہ اس تحریک میں نجدیت کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس لئے مختصر طور پر اس کا بیان کرتا ہوں:

**جہاد:** دو شنبہ ۷ جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ (۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء) کو مولانا اسماعیل

اپنے پیرومرشد جناب سید احمد اور مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ رائے بریلی سے جہاد کے واسطے روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ گوالیار، اجمیر، سندھ، بلوچستان، قندھار، مقرر، غزنی، کابل، ہفت آشیاب، چارباغ، جلال آباد، پشاور ہوتا ہوا ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (دسمبر ۱۸۲۶ء) کو چار سدہ کے علاقے ہشت نگر پہنچا۔ ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ آپ نے اپنے پیرومرشد کو امام برحق اور امیر المؤمنین بنا دیا۔ اس سلسلے میں مولانا اسماعیل نے لکھا ہے:

ہر کہ امامت آں جناب ابتداء قبول نہ کند یا بعد القبول انکار نماید پس ہوں است باغی مشغل الدم کہ قتل او مثل قتل کفار عین جہاد است و ہتک او مثل سائر اہل فساد عین مرضی رب العباد، چہ امثال این اشخاص بحکم حدیث متواترہ از جملہ کلاب رفتار و ملعون اشرار اند، ایں است مذہب این ضعیف بدیں مقدمہ، پس جوابات اعتراضات معترضین ضرب بالسیف است نہ تحریر و تقریر۔

یعنی ”جو شخص آں جناب کی امامت ابتداء ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے، وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے، اس کی ہتک کرنی فسادوں کی ہتک کی طرح رب العباد کی عین مرضی، کیوں کہ ایسے لوگ احادیث متواترہ کے حکم سے کُتے کی چال چلنے والے ملعونین اشرار ہیں۔ اس معاملے میں عاجز کا یہی مسلک ہے لہذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ تحریر و تقریر۔“

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے پیش نظر مکتوب کا قلمی نسخہ رہا ہے۔ اس میں ”کلاب رفتار“ کی جگہ ”کلاب النار“ ہے یعنی آگ کے کُتے۔

۱۔ مکتوبات سید احمد شہید، ص ۱۶۹، مکتوبات ۳۱۔ ۲۔ ملاحظہ کریں سیرت سید احمد شہید، ج ۱، ص ۵۳۳ سے ۵۴۰۔



محمد بن عبدالوہاب نے ناکردہ گناہ عاجز مسلمانوں پر شیخوں مارنے اور قتل کرنے کے لئے خوارج وغیرہ کے مسلک کو اختیار کیا اور مولانا اسماعیل نے چار سہ پہنچے ہی وہی راہ و روش اختیار کر لی اور عاجز مسلمانوں کو قتل کرنے کا فتویٰ صادر کر دیا۔ وائے برآزانی خونِ کلمہ گویان۔  
إِنِّي اللَّهُ الْمَفْرَعُ وَالِإِيَّاهُ الْمُنْتَقِي.

مولانا اسماعیل کی یہ تحریر سب کے سامنے ہے۔ آپ نے جناب سید احمد کو امام کہا ہے اور ان کی امامت کے منکر کو دوزخی اور واجب القتل قرار دیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا اسماعیل نے زوافض کے مسلک کو لیا ہے یا خوارج کے۔ امامت کا مسئلہ زوافض کا ہے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کا خون بہانا خوارج کا مسلک ہے۔ چنانچہ ان خبیثوں نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا۔ اہل سنت و جماعت نے نہ امامت کا قصہ کھڑا کیا ہے اور نہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو واجب القتل قرار دیا ہے۔

ہمارے سامنے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے: حضرت سعد بن عبادہ انصاری بڑے جلیل القدر صحابی تھے، اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی ہے:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ ۝

”اے اللہ تو اپنا خاص لطف اور اپنی رحمت آل سعد بن عبادہ پر نازل فرما“ رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی لیکن حضرت علی اور ان کے چند ساتھیوں نے تجھے ہمینے تک بیعت نہ کی اور پھر انھوں نے بیعت کی اور حضرت سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی اور وہ مدینہ منورہ سے خوزان تشریف لے گئے اور وہاں سن چودہ یا پندرہ یا سولہ میں رحلت کر گئے۔ ان دونوں حضرات سے کسی نے تفرض نہیں کیا۔

مجھ کو کافی دن تک اس ترکیب مزجی لے لے الجھایا، اتفاق سے ایک صاحب مولانا عبید اللہ سندھی کا رسالہ ”حزب امام ولی اللہ دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ“ لائے، اس رسالے سے حقیقت امر کا پتہ چلا۔ مولانا سندھی نے صفحہ (۱۵۲) میں لکھا ہے:

لہٰذا عبادہ میں سعد بن عبادہ کے حال میں۔ یہ ترکیب مزجی یعنی نجدیت اور شیعیت کا امتزاج

”یہاں غلطی یہ ہوئی کہ شاہ صاحب کے فیصلے یعنی بورڈ کی حکمت کو نہ سمجھ کر سید صاحب کو امیر مطلق یعنی امام کے درجے پر مان لیا گیا اور یہ ان لوگوں کی مداخلت سے ہوا جو امام عبدالعزیز کے تربیت یافتہ تھے، اس شکست میں اس اصولی تبدیلی کو بڑا دخل ہے۔“ اور صفحہ ۱۶۱ میں لکھا ہے:

”مگر وہ لوگ جو نجدی اور یمنی علماء کے شاگرد تھے باز نہ آئے اور انہی لوگوں کے بے جا اصرار نے مشکلات پیدا کر دیں۔ امیر شہید نے ان کے رہنما کو جو محمد اسماعیل اور امام شوکانی کا شاگرد اور زیدی شیعہ تھا اپنی جماعت سے نکلوا دیا مگر خدا کی آگ پہر بھی بھڑکتی رہی۔“

مولانا سندھی نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ شخص نجدی اور یمنی علماء کا اور مولانا اسماعیل کا شاگرد تھا لیکن اس کا نام ظاہر نہیں کیا، اگر نام ظاہر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔ غالباً یہ شخص قافلے کے ساتھ ہشت نگر پہنچا ہے اور پہلا کام یہی کرایا ہے کہ جناب سید کی امامت کا اعلان ہو جائے۔ مولانا سندھی نے صفحہ ۱۳۸ میں لکھا ہے:

إِنِّي الشَّيْخُ وَلَا يَتَّعِي الصَّادِقُ قُبُورِيَّ أَنْ الْإِمَامَ الْأَمِيرَ هُوَ الْهَدْيُ الْمَوْجُودُ وَأَنَّهُ لَمْ يُشْهِدْ فِي الْمَعْرَكَةِ بَلْ اخْتَفَى عَنْ أَعْيُنِ النَّاسِ وَهُوَ مَوْجُودٌ فِي هَذَا الْعَالَمِ  
”شیخ ولایت علی صادق قُبُورِی نے دعویٰ کیا ہے کہ امام امیر میرزی تہذیب موعود ہیں وہ لڑائی میں شہید نہیں ہوئے ہیں بلکہ لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے ہیں اور وہ اس عالم میں موجود ہیں۔“

میر محبوب علی لے لے اپنی کتاب تاریخ الایمۃ فی خلفاء الائمۃ کے (ص ۹) میں لکھا ہے:

لہٰذا میر محبوب علی فرزند مصاحب علی کی ولادت پہلی محرم ۱۲۰۰ھ میں اور وفات ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ ترمذی میں مولانا اسماعیل کے ہم سبق ہے کہ تقویۃ الایمان پر عائد لکھا ہے جو چھپ چکا ہے، جہاد کے واسطے چار سو افراد کے ساتھ آخر صفر ۱۲۳۳ھ کو چار سہ پہنچے، مسئلہ امامت اور جناب سید کی کثوفات سے دل برداشتہ ہوئے اور جناب سید سے اجازت لے کر جمعرات ۱۲۳۳ھ کو دی گئے اور کتاب تاریخ الایمۃ فی خلفاء الائمۃ صوفی میں لکھنی شروع کی پہلی محرم ۱۲۳۴ھ کو استاذ کی اور جمعہ ۱۲۳۵ھ کو لکھ کر فارغ ہوئے۔ کتاب عربی میں بڑی قطع کی ۹۲۸ صفحات کی ہے۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز واقع تعلق آباد، دہلی میں مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ محفوظ ہے۔ جناب سید کے انصار میر محبوب علی کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاش صاحبان اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ بلا تحقیق کسی کو بدنام کرنا درست نہیں۔



”جناب سیدی شہادت میں اختلاف واقع ہوا ہے، ان کے بعض معتقدین کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور ان پہاڑوں میں جہاں قوم گوجر آباد ہے روپوش ہو گئے ہیں وہ مرو تے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ غیبی امداد کرے، اور بعض کہتے ہیں کہ مولانا اسماعیل کی شہادت کے بعد وہ بھی شہید ہو گئے، ایک ہی دن میں اور ذی القعدہ کے مہینے میں دونوں کی شہادت ہوئی ہے اور سید کرم علی حافظ قرآن کا بیان ہے کہ مولانا اسماعیل کے بائیس دن بعد جناب سید جب کہ ناز پڑھ رہے تھے شہید کر دیے گئے اور ان کا سر کاٹ کر لاہور بھیج دیا گیا۔ یہ لڑائی سکھوں سے ۱۲۴۶ھ میں ہوئی۔ اور القاسم الکذاب پانی پتی اور اس کے ہم خیال کہتے ہیں کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ جناب سیدی وفات ہو گئی ہے اور دوسرے کے واسطے جائز ہے کہ امیر المومنین ہوئے وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔“

اور صفحہ (۸۹۵) میں لکھا ہے :

”میں نے جب جناب سیدی محبس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا کہ یہ کام ان کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جھگڑوں میں علماء مارے جائیں گے اور جاہلوں کا مذہب سید صاحب کے کثوفات اور معارف ہوں گے جو کہ باب الجہاد الشرعی میں جمہور علماء کے بیان کردہ طریقے کے خلاف ہوں گے میں نے خلوت میں جناب سید سے کہا : اے میرے سید! جہاد کا مدار مشورے پر ہے اور جہاد امور شرعیہ میں ایک بڑا رکن ہے، لڑائی کا مدار دھوکے میں ڈالنے پر ہے۔ یہاں آپ خود دھوکہ کھا رہے ہیں، کسی دوسرے کو دھوکے میں نہیں ڈال رہے ہیں۔ میرے نزدیک پہلا حیلہ یہ ہے کہ آپ اس مقام میں اقامت فرمائیں یہاں کے باشندوں میں سے کسی ایک کی بھی مخالفت نہ کریں، جب تک کہ آپ کے پاس ہندوستان سے بارہ ہزار مجاہد نہ آجائیں۔ جب غریب الوطن صبر کرنے والے بارہ ہزار مجاہد آجائیں تو آپ ان مقامات پر حکومت کریں اور اعلان کر دیں کہ اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے کافروں سے جہاد

کرو۔ آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیر المومنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نرالی بات رئیسوں اور سمجھ داروں کو وحشت میں ڈالتی ہے۔ میری اس بات کو سن کر جناب سید نے کہا : جس کام کو میں نے سنوارا ہے تم اس کو بگاڑ رہے ہو، تمہاری اطاعت خاموشی کے ساتھ سننے کی ہونی چاہئے، ایسی خاموشی جیسی اس پہاڑ کی ہے جو میرے سامنے کھڑا ہے۔ میں نے کہا : یہ بات مجھ جیسے شخص سے نہیں ہو سکتی کیوں کہ ان امور میں مسلمانوں کو صحیح مشورہ نہ دینا میرے نزدیک حرام ہے، اب جب کہ مجھ کو آپ خاموش رکھنا چاہتے ہیں اور میں خاموش نہیں رہ سکتا تو اصلاح فی مابین المسلمین کی وجہ سے مجھ پر لازم ہے کہ آپ سے الگ ہو جاؤں اور لوگوں کو اس اختلاف کی خبر نہ ہو، یہ سن کر آپ نے مجھ کو ہندوستان جانے کی اجازت دی۔“

اور صفحہ (۸۹۶) میں لکھا ہے :

”میری یہ بات جناب سید سے تنہائی میں ہوئی، اور جناب سید نے علانیہ یہ بات کہی : مَنْ ذَهَبَ مِنْ عِنْدِي إِلَى وَطَنِهِ مُرَاجِعًا فَقَدْ ذَهَبَ إِيَّانَاهُ۔ جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا اس کا ایمان گیا۔ اور میں نے جناب سید سے یہ بات بھی کہی کہ آپ مجھ کو اپنا وکیل بنا کر پشاور کے رئیسوں کے پاس بھیج دیں اور آپ ان کو لکھ دیں کہ آپ کے پاس آنے والے مجاہدوں کا راستہ وہ لوگ نہ روکیں۔ سید صاحب نے کہا : میرے نزدیک یہ صورت مناسب نہیں ہے کیوں کہ یار محمد کے دل میں ذرہ بھر ایمان نہیں ہے وہ تم کو قتل کر دے گا۔ میں نے سید صاحب سے کہا : اگر اس نے مجھ کو قتل کر دیا آپ کی محبت اس پر غالب آجائے گی، اور بلا سوال و جواب آپ کا اُن سے قتال کرنا جائز نہیں کیوں کہ وہ لوگ آپ کی آمد سے پہلے کے یہاں کے حکام ہیں۔ یہ سن کر سید صاحب خاموش رہے۔“

جناب سید احمد نے افغانستان کے بادشاہ امیر دوست محمد خاں کو مکتوب ارسال کیا ہے :



اس میں لکھا ہے:

” بارہ جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ ہجری مقدس کو مشاہیر کرام، مشائخ عظام، قابل احترام شہزادوں، صاحبِ حشمت خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے سب نے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور مجمعے کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیا گیا۔ اس فاکسار ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعے جس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے دی گئی تھی۔“

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ امامت کا قصہ بھی مرہون کشف و الہام رہا ہے اور مولانا اسماعیل نے فوراً صدقّت و بزرگت کہہ کر منکر امامت کو منافق واجب القتل قرار دے دیا۔ وہ خان نصیر خاں والی بلوچستان کو لکھ رہے ہیں:

” زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ پہلے بذمّال منافقوں کے استیصال اور ان کی بیخ کنی میں پوری کوشش کی جائے، جب جناب والا کا قرب و جوار بدکردار منافقوں سے پاک و صاف ہو جائے تو پھر اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ اصل مقصد کی طرف ہوسکتے ہیں۔“

حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، گئے کس مقصد سے تھے اور مشغول کس کام میں ہو گئے، مولانا اسماعیل نواب وزیر الدّولہ رئیس ٹونک کو تحریر فرما رہے ہیں:

” معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے رہنے والے اکثر اسلام کے مدعی، جن میں عقل مند فضلاء، مشائخ طریقت، مغرور امرا اور ان کے فاجر و فاسق پیرو بلکہ تمام شریر انفس منافق اور بدخصلت فاسقوں نے دین محمدی کو خیر باد کر کے کفر و ارتداد کا راستہ اختیار کر لیا ہے اور جہاد کی کوشش کرنے والوں پر طعن و تشنیع کی زبان کھول رکھی ہے۔“

۱۔ ملاحظہ کریں مکتوبات سید احمد میں مکتوب ۲۶ کو صفحہ ۱۳۸ میں اور ترجمہ کو صفحہ ۱۵۲ میں۔

۲۔ ملاحظہ کریں مکتوب ۶ کو صفحہ ۳۰ ملاحظہ کریں مکتوب ۳۰ کو۔

مولانا اسماعیل نے سارے ہندوستان کے اہل علم، اصحاب طریقت کو کفر و ارتداد کی راہ پر چلنے والا قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب نے جناب سید احمد کی امامت کی تائید کیوں نہیں کی۔

مولانا میر محبوب علی نے اپنی کتاب میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، کتاب کے سرورق پر لکھا ہے:

شَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ مُجْتَمِعًا فِي الْأَعْلُوْمِ الصَّرِيحَةِ. ”اس کی شرط یہ ہے کہ علوم ضروریہ میں مجتہد ہو۔“ چوں کہ یہ شرط جناب سید میں نہیں پائی جاتی لہذا منکر خلافت و امامت کا قتل ناجائز ہوا۔ یہ ہے میر محبوب علی کے قول کا خلاصہ۔

افسوس ہے مولانا اسماعیل نے جہاد کا رخ غیر مسلموں سے مسلمانوں کی طرف موڑ دیا۔ علی گڑھ کے سید مراد علی ۱۸۷۲ء میں یہ سلسلہ ملازمت بالاکوٹ وغیرہ گئے، وہاں بوڑھے افراد سے واقعات معلوم کئے، بالاکوٹ کے واقعے کو اکتالیس سال گزرے تھے۔ معتبر اور چشم دید افراد سے جو کچھ اُن کو معلوم ہوا، اُسے ایک رسلے کی صورت میں قلم بند کر لیا۔ اس رسلے کا نام ”تاریخ شتادلیان“ ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

خلاصہ: سردار پائندہ خان ولد سردار نواب خان کا کچھ علاقہ سکھوں نے فتح کر لیا تھا، پائندہ خان نے ۱۸۲۵ء میں قلعہ در بند فتح کیا، ۱۸۳۰ء میں خلیفہ سید احمد نے پشاور اور کوہاٹ کے حاکم یار محمد خاں کو شکست دی۔ یار محمد خاں کابل کے امیر دوست محمد خاں کے بھائی تھے، پشاور اور کوہاٹ فتح کرنے کے بعد خلیفہ سید احمد، سید بادشاہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سرداروں اور رئیسوں نے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سردار پائندہ خان نے بیعت نہ کی، لہذا مجاہدین کی پائندہ خان سے لڑائی ہوئی اور پائندہ خان کا سارا علاقہ مجاہدوں کے تصرف میں آ گیا۔ پائندہ خان اپنی بیوی بچوں کو لے کر دریا پار موضع شمدہرہ علاقہ، اگرور میں مقیم ہوئے۔ چھ مہینے کے بعد انھوں نے عاجزی بھرا خط سردار ہری سنگھ کو بھیجا اور اُن سے مدد طلب کی، اور پھر ہری سنگھ نے پائندہ خان کے بیٹے جہان داد خان کو گروہی رکھ کر

۱۔ جس کو تفصیل مطلوب ہو تاریخ تناویلیان صفحہ ۴۷ سے ۵۶ تک ملاحظہ کریں۔



دو پلٹنوں سے جو جمع ساز و سامان کے تھیں پائندہ خان کی مدد کی اور پائندہ خان اس مدد کو لے کر موضع چھڑائی میں ہندوستانیوں سے لڑا اور فتح یاب ہوا۔ خلیفہ سید احمد انب چھوڑ کر پنجتار چلے گئے۔ پائندہ خان اپنے ملک پر متصرف ہوا۔ اس نے سیکھوں کے افسران اور سپاہ کو بہ قدر مراتب انعام و خلعت دے کر رخصت کیا اور سردار ہری سنگھ سے اپنے بیٹے جہان داد خان کو طلب کیا۔ ہری سنگھ نے جہاں داد خان کو لاہور رنجیت سنگھ کے پاس بھیج دیا تھا، وہاں سے سات سال کے بعد جہاں داد خان کی آمد ہوئی۔

سید مراد علی علی گڑھی نے سردار پائندہ خان کا واقعہ سنایا کہ انھوں نے اپنے فرزند جہاں داد خان کو گورو رکھ کر سیکھوں کی مدد حاصل کی اور مجاہدوں سے اپنا ملک حاصل کیا اور اسی طرح کا واقعہ ہم کو تھانیسری بھی سنار ہے ہیں۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ مجاہدین نے پشاور پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا۔ تقریباً دو ہزار قبائلی مقتول اور ایک ہزار مجروح ہوئے۔ مجاہدین کا نقصان نہ ہونے کے برابر تھا، پشاور اور اس کا سارا علاقہ جناب سید احمد کی مملکت کا حصہ بن گیا۔ آپ نے وہاں قاضی مفتی اور عامل مقرر کئے۔ بظاہر مجاہدوں کی یہ بڑی جیت تھی لیکن حقیقت میں یہ واقعہ اُن کی کامل بربادی کا ذریعہ بنا۔ تھانیسری نے لکھا ہے:

”سلطان محمد خان برادر یار محمد خان مغضوب نے اس وقوعہ کے بعد اُسپ موسوم بہ نیکی و مروارید جس کو مدت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ طلب کر رہا تھا اور یہ ہزار اُن کے دینے سے انکار کرتا تھا، اب سید صاحب سے خائف ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو نذر کر کے طالب اعانت ہوا۔“

افسوس صد افسوس دو سال پہلے کیا اتحاد و اتفاق تھا، بے گھر اور بے در مجاہدوں کو صرف اسلام کے نام پر قبائلیوں نے جگہ دی اور اب کیا نفرت و بیزاری ہے کہ کوئی اپنے بیٹے کو سیکھوں کے پاس گروی رکھ کر فوجی مدد طلب کر رہا ہے اور کوئی عمدہ گھوڑے تحفہ بھیج کر اعانت کا طلب گار ہو رہا ہے تاکہ مجاہدوں کا استیصال کیا جائے۔

مکتوبات سید احمد شہید کے مکتوب ۴۴ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے

کے علماء فضلاء اور صلحاء کے بدگمان ہونے کی وجہ مولانا اسماعیل اور ان کے رفقاء کی وہ بیت و غیر مقلدیت ہوئی ہے۔ اس مکتوب کی ابتدا اس طرح ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از امیر المومنین سید احمد بہ خدمت عالیات منابع ہدایات، مصادر افادات، ہادیان راہ دین، خادمان شرع متین، ناشران احکام العالین، نائبان رسول امین، مولانا حافظ محمد عظیم و مولانا عبد الملک آخوندزادہ، مولانا حافظ مراد آخوندزادہ، مولانا غلام حبیب آخوندزادہ و مولانا قاضی سعد الدین و مولانا قاضی مسعود و مولانا عبد اللہ آخوندزادہ و مولانا محمد حسن آخوندزادہ و مولانا حافظ احمد آخوندزادہ و جمیع علماء بلد پشاور سلمہم اللہ تعالیٰ!“

اور ایک صفحے کے بعد لکھا ہے:

چنان شنیدہ ایم کہ از جملہ مفتریات آں مفتریان آن است کہ ایں فقیر را بلکہ زمرہ مجاہدین را بہ الحاد و زندقہ نسبت می نمایند یعنی چنان اظہار می کنند کہ جماعہ مسافرن بیچ مذہب نہ دارند و بہ بیچ مسلک مقید نیستند بلکہ محض راہ نفسانیت می یابند و بہر وجہ لذت جسمانی می جویند خواه موافق کتاب باشد خواه مخالف معاذ اللہ من ذلک۔

”اور یہ سننے میں آیا ہے کہ مفتریوں کے افترارات میں سے ایک افترا یہ ہے کہ اس فقیر کو بلکہ مجاہدین کے گروہ کو ملحد و زندقہ سمجھتے ہیں، یعنی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان مسافروں کی جماعت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور یہ کسی مسلک کے پابند نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ نفسانیت کی راہ چلتے ہیں اور ہر طریقہ سے جسمانی لذت تلاش کرتے ہیں، خواہ کتاب (کتاب اللہ) کے موافق ہو، خواہ مخالف، معاذ اللہ من ذلک۔“

جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ مولانا اسماعیل کو شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر نے نصیحت کی تھی:

”رفع یدین چھوڑ دو، خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔“

مولانا اسماعیل نے ان حضرات کی نہ صرف نصیحت ہی پر عمل کیا بلکہ تقویۃ الایمان لکھ کر تجدیت کی



راہ اختیار کی، اس بے راہ روی کا اثر سرحد کے علماء نے دیکھا اور ان کا کُسنِ ظن ختم ہوا۔ اور یہ لوگ نفسانیت کی راہ چلتے ہیں“ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ مجاہدین نے جناب سید کے حکم سے پٹھان لڑکیوں سے جبراً نکاح کر لیا۔ اس سلسلے میں جعفر تھانی سیری لکھتے ہیں:

”جا بے جا اس رسم بد کا موقوف ہونا شروع ہوا اور ہزاروں لڑکیاں شوہر والیاں ہو گئیں۔“

پٹھانوں کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے ہیں قطعاً بے بنیاد ہے، البتہ صد یا سال سے ان میں یہ برا طریقہ رائج ہے کہ لڑکی کا مہر لڑکی کا باپ، بھائی وغیرہ اپنے استعمال میں لاتے ہیں، آج تک اس رسم کا ازالہ کوئی نہیں کر سکا ہے۔ میرے بڑے بھائی حضرت ابو الفیض بلال رَجِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ نے اس سلسلے میں ساہا کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

زواج کے معاملے میں مولانا عبید اللہ سندھی نے کابل میں باخبر افراد سے تحقیق کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”شرفاء افغانہ دوسری قوموں کے شرفا سے رشتے ناطے کرنا معیوب نہیں سمجھتے، مہاجرین اپنے ساتھ اہل و عیال تو لے نہیں گئے تھے۔ جب افغان علاقے میں مستقل طور پر رہنے لگے تو ان کی شادی بیاہ افغانوں میں ہوتا رہا، مگر امیر شہید کے دعویٰ خلافت کی اشاعت کرنے والے ہندوستانی اپنی حاکمانہ قوت دکھا کر یہ جبر افغان لڑکیوں سے نکاح کرنے لگے۔ اس بارے میں بھی زیادہ مجرم وہی لوگ ہیں جو حزب ولی اللہ کے تربیت یافتہ سپاہی نہیں تھے اور اپنے مذہبی جوش میں اپنے فکر کے مقابلے میں امیر کی اطاعت بھی نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ لَا طَاعَةَ لِمَا خُلِقُوا فِيهِ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، کا اصول غلط استعمال کرتے تھے، اُن کی مثال یورپ کے انارکسٹوں کی سی تھی، جو اس انقلابی جماعت کے ساتھ شریک ہو گئے تھے اور ان انقلابیوں کو سخت نقصان پہنچا کر رہے۔“

جناب سید نے جو مکتوب پشاور کے علماء کو لکھا ہے اس میں قبائلیوں کا یہ قول نقل کیا ہے:

”ان مسافروں کی جماعت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور یہ کسی مسلک کے پابند نہیں ہیں۔“

اب خیال کیا جائے کہ جناب سید کی امامت کو تسلیم نہ کرنے والے کو منافق اور کافر قرار دے کر قتل کرنا اور اس کے مال و اسباب کو مالِ غنیمت سمجھنا کس کا مسلک ہے، اور دوسروں کی لڑکیوں کو جبراً لینا اور ان سے نکاح کرنا کس کا مذہب ہے۔ ایسے افعال کا ارتکاب وہی شخص کر سکتا ہے جو کسی مذہب کا پابند اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا مقلد نہ ہوگا، اور قبائلیوں نے یہ بھی دیکھا کوئی آئین بلند آواز سے کہہ رہا ہے، کوئی رفع یدین کر رہا ہے اور یہی علاماتِ غیر مقلدی ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب کے حال میں ابن مرزوق کی کتاب سے سلیمان بن عبدالوہاب کا یہ واقعہ لکھا جا چکا ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب سے دریافت کیا کہ اسلام کے کتنے ارکان ہیں؟ محمد بن عبدالوہاب نے کہا: پانچ۔ سلیمان نے کہا: تم نے ان کو کچھ کر دیا اور چھٹا یہ کہ جو تمہاری پیروی نہ کرے وہ کافر۔ یہی صورت چار سدہ، ہشت نگر پہنچ کر مولانا اسماعیل نے اختیار کی کہ جو شخص جناب سید کی امامت تسلیم نہ کرے وہ منافق اور کافر، اس کا خون بہانا جائز اور اس کا مال مالِ غنیمت۔

یہ مسلک اہل اہوار کا ہے اور نجدی نے ان کا مسلک اختیار کیا ہے، اہل سنت جماعت نے شیعہ خدا حضرت علی مرتضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَکَرَّمَ وَجْہُہُ کے ارشاد پر عمل کیا ہے، ۳۳۰ میں جب آپ کی جماعت میں سے ایک گروہ آپ کا مخالف ہوا اور آپ سے لڑا، اس گروہ کے چار سو افراد مارے گئے حضرت علی نے مقتولین اور مجروحین کو ان کے رشتے داروں کے حوالے کیا اور اپنی جماعت سے فرمایا: جو سامان جنگ تمہارے ہاتھ لگا ہے وہ تم لے لو۔ اَمَّا الْمَتَاعُ وَالْعَبِيدُ وَالْاِمَاةُ فَزِدْہَا عَلٰی اَهْلِہِم۔ اور آپ نے ان کا مال و متاع اور غلام باندی کو ان کے گھر والوں کے سپرد کر دیا۔

مجاہدین کا عمل کیا تھا، اس کے متعلق میر محبوب علی لکھتے ہیں:

بَلِ الْبَحْثُ اَنَّ السَّيِّدَ اَحْمَدَ اَرَادَ الْجَبَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَتَبَعَهُ بَعْضُ الصَّالِحِيْنَ فِي هَذِهِ الْاِرَادَةِ الصَّحِيْحَةِ وَعَنْ وَا عَلٰى الْاَكْفَارِ وَقَاتَلُوْا وَقَاتَلُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ



فَلَمَّا أَظْهَرَ السَّيِّدُ آتِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ الْخَلِيفَةَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ كَافَّةً تَنَعَّصَ بَعْضُ مَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُجَاهِدِينَ وَبَقِيَ الْبَعْضُ الْآخَرُ مِنْهُمْ عَلَى هَذَا الْإِظْهَارِ أَيْضًا فَقَاتَلَهُ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ إِظْهَارِ هَذِهِ الدَّخْوَى خَوْفًا مِنْهُ عَلَى مُلْكِهِمْ وَتَسْلُطِهِمْ فَلَمَّا قَاتَلَهُمْ وَقَالَ إِنَّ مُقَاتَلَتَنَا مَنَافِعُونَ يَجِلُّ دَمُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ وَنَصْرَتُنَا فِي أَمْوَالِ الْمُتَهَوِّلِينَ كَنَصْرَتِهِمْ فِي الْفَنَائِمِ، عَلِمَ النَّاسُ أَنَّكَ لَا يَلِيقُ بِالْإِخْلَاقِ فَنَكَلْتُ الْجَمِيعَ عَنْ مَبَايِعَتِهِ وَقَالُوا لَا نَنْتَعِزُّكَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأُمُورِ.

”یہ حق ہے کہ سید احمد نے اللہ کے راستے میں جہاد کا ارادہ کیا اور کچھ نیک نیتوں نے اس اپنے ارادے میں ان کی پیروی کی، اور وہ کافروں سے لڑے، کافروں کو قتل کیا اور خود بھی اللہ کی راہ میں مارے گئے اور جب جناب سید نے اس بات کا اظہار کیا کہ میں امیر المؤمنین اور تمام مسلمانوں کا خلیفہ ہوں تو آپ کے ساتھ کے بعض مجاہد مکرر فاطر ہوئے اور دوسرے بعض اظہار کے بعد بھی آپ کے ساتھ رہے لیکن اس علاقے کے باشندے جو کہ مسلمان ہیں جناب سید کے اس اعلان کے بعد آپ سے لڑے، ان کو کھٹکا ہوا کہ ان کا ملک ان کے ہاتھ سے نہ نکل جائے اور جناب سید کا کہیں ان پر تسلط نہ ہو جائے، لہذا انھوں نے جناب سید سے قتال کیا، اور جناب سید نے اعلان کیا کہ ہم سے لڑنے والے منافق ہیں، ان کا خون اور ان کا مال ہمارے واسطے حلال ہے۔ لہذا جناب سید کے لوگوں نے مقتولین کے اموال میں مال غنیمت کی طرح تصرف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ جناب سید خلافت کے لائق نہیں۔ لہذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا کہ ہم تمہارا اتباع کسی امر میں نہیں کریں گے۔“

یعنی امامت کے اعلان کے بعد مجاہدوں میں بھی بے عینی پیدا ہوئی اور قبائلی مخالف ہو گئے۔ ان کو اپنے ملک کا ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہوا اور ان کا خیال ہوا کہ ہم پر جناب سید کا تسلط اور اقتدار قائم ہو جائے گا۔ اور جب مقتول قبائلیوں کے مال و متاع پر مجاہدوں نے قبضہ کیا تو ان کا خیال یقین کی صورت اختیار کر گیا۔ اور وہ سب جناب سید کے مخالف ہو گئے۔

مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

”جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اسی وقت سے بغاوت کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی ہے اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اُسے امیر شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنادیتے اس طرح دونوں قوتیں مل کر جہاد کرتی رہتیں۔“

مولانا عبید اللہ سندھی کو اللہ تعالیٰ اجر دے، انھوں نے اُس فتنہ شغفہ کو بے نقاب کیا ہے جو تحریک جہاد کی ناکامی اور مجاہدین کی ہلاکت کا سبب بنا، وہ لکھتے ہیں:

”کابل میں قیام کے زمانے میں ہم نے اس فتنے کے متعلق کافی معلومات حاصل کر لی ہیں، اس کی ابتدا خویشگی کے اُس خاندان سے ہوئی جس کی لڑکی کا جبراً نکاح ہوا تھا اُس میں زیادہ رہنمائی کرنے والا خٹک کا خان تھا جس نے خویشگی خان سے صلح کر لی تھی ان ہر دو خوانین کی باہمی پشتی عداوت تھی، جب خویشگی کے خان کی ایک لڑکی کا ایک ہندوستانی سے جبراً نکاح کیا گیا تو اُس نے خان خٹک سے کہا کہ میں نے اب اپنا دعویٰ چھوڑ دیا ہے، اب سوال ننگ افغانی کا ہے۔ ہماری باہمی صلح ہے تم میری امداد کرو، خان خٹک کی نوجوان لڑکی تھی، خان خٹک نے پیغام پہنچتے ہی اُسی مجلس میں اپنی دوشیزہ لڑکی کو بلایا اور سردار اس کے سر سے کپڑا اتار دیا اور کہا: آج سے تیری کوئی عزت باقی نہیں رہی جب تک اُس افغانی لڑکی کا انتقام نہیں لیا جاتا، تیری عزت بیچ محض ہے۔ اُس کے بعد خان خٹک کی یہ لڑکی اس فتنے کے خاتمے تک ہموار ننگے سر رہی۔ رات کو ایک جماعت اس کے ساتھ جاتی اور گاؤں میں عورتوں مردوں کو جمع کر کے پشتو میں ننگ افغان کے متعلق لوگوں کو بھڑکاتی، دوسری رات دوسرے گاؤں میں جاتی۔ اس طرح اُس نے تمام افغانی علاقے میں شورش منظم کر دی، اس پر ایک موعین رات میں سب سرداروں کو قتل کر دیا گیا اور حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ یعنی جناب سید کے مقرر کردہ افسران اور کارندوں کو قتل کر دیا گیا۔ لَا تَأْتِ الْيَهُودَ رَاغِبُونَ۔“



**اعْلَامِ تَامَہ :** جعفر تھانی سری نے لکھا ہے ۶ رجب الاول ۱۲۳۵ھ ۵ ستمبر ۱۸۲۹ء، بر اتفاق رائے جملہ علماء و رؤساء ایک اعلام نامہ شرعی بہ نام سلطان محمد خان حاکم پشاور اور اس کی نقول بہ نام ساکنان شہر پشاور اور اطراف پشاور کے روانہ کی گئیں۔

یہ اعلام نامہ مکتوبات سید احمد شہید میں صفحہ ۱۹ سے ۲۸ تک ہے اس کے صفحہ ۲۳ میں ہے: نہ باکسے از امرائے مسلمین منازعت داریم و نہ باکسے از رؤساء مومنین مخالفت، با کفار بل نام مقابلہ داریم نہ بامدعیان اسلام۔

”نہ مسلمان امرا میں سے کسی کے ساتھ ہماری منازعت ہے اور نہ مومنین رؤساء میں سے کسی کے ساتھ ہماری مخالفت ہے۔ لہٰذا ہم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے نہ مدعیان اسلام سے۔“  
جعفر تھانی سری پھر لکھتے ہیں کہ سردار سلطان محمد خان متکبر نے اس نامہ فیض شامہ کا یہ جواب لکھا:

”ہم نے آپ کے مضمون نامے پر اطلاع پائی، آپ نے جو لکھا ہے کہ ہم خدا کے واسطے اس ملک میں کفار سے جہاد کرنے کو آئے ہیں اور کلمہ گویان سے لڑنے نہیں آئے، یہ سب آپ کی ابلہ فربہی ہے، آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کا سد ہے۔ آپ فقیر ہو کر ارادۂ امامت اور حکومت کا رکھتے ہیں پس ہم نے بھی خدا کے واسطے کمر باندھی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس زمین کو تم سے پاک کریں گے۔“  
مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

”امیر شہید کی شہادت: اس خونیں واقعے کے بعد سید صاحب نے ارادہ کر لیا کہ اس بد نصیب سرزمین سے ہجرت کر لی جائے، جس قدر مجاہدین موجود تھے اُن کے رد و رو آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: کہ میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں، نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا۔ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں، آپ مجھے رخصت دیں۔ مجاہدین نے کہا کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ اس پر آپ نے کشمیر کی جانب کوچ کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۱۲۳۶ھ کا ہے (یعنی اواخر نومبر

یا ادا اہل دسمبر ۱۸۳۰ء کا) پنجتار اور سمد کے مخلص عقیدت مند کئی منزل تک آپ کے ساتھ گئے۔ سید صاحب علاقہ کاغان میں پہنچے، وہاں سے آپ نے چار سو مجاہدین کا لشکر زیر قیادت مولانا شہید اور مولانا خیر الدین شیر کوٹی درہ بھوک ملک روانہ کیا، یہاں شیر سنگھ بیس ہزار فوج کے ساتھ مال گزاری وصول کرنے کے لیے بڑا تھا۔ مجاہدین کا شیخون کامیاب رہا اور وہاں کے لوگوں نے مالہ سکھوں کی بجائے مجاہدین کو ادا کیا، جو ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ درہ مذکور سے بڑھ کر مولانا شہید نے بالا کوٹ پر قبضہ کر لیا۔

ان ایام میں شیر سنگھ سلطان نجف خان رئیس مظفر آباد کے ساتھ پشاور گیا ہوا تھا، مظفر آباد سکھوں کا فوجی ہیڈ کوارٹر تھا۔ مولانا شہید نے خیر الدین، ملا قطب الدین اور منصور خان قندھاری کو فوج دے کر مظفر آباد روانہ کیا، خون ریز جنگ کے بعد مظفر آباد فتح ہوا۔ شیر سنگھ کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو وہ گڑھی حبیب اللہ آیا جو مظفر آباد اور بالا کوٹ کے درمیان ہے۔ بالا کوٹ گویا ایک قدرتی قلعہ ہے جس کو چاروں طرف سے بلند پہاڑوں کی دیواروں نے گھیر رکھا ہے۔ ایک بد بخت مسلمان کی رہنمائی سے شیر سنگھ دشوار گزار دروں سے چھلانگتا ہوا ایسے مقام پر پہنچا جہاں صرف ستر مجاہد بہرہ دے رہے تھے، ان سب کو شہید کر کے شیر سنگھ کی بیس ہزار فوج ایک محصور مقام پر بارہ سو کی جماعت سے نبرد آزما ہوتی ہے۔ نشیبی علاقے میں مجاہدین تھے اور بلندیوں پر سکھ۔ دست بہ دست لڑائی کے علاوہ سکھوں کی بھاری جمعیت پہاڑوں سے گولیوں کی بارش برسا رہی تھی۔ سید صاحب، مولانا شہید، ارباب بہرام اور دوسرے جاں نثار مجاہدین سکھوں کی فوج میں گھس گئے اور سب نے جام شہادت نوش کیا۔ یہ واقعہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۲۳۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء کا ہے، بروز جمعہ وقت نماز جمعہ، شہادت کے وقت سید صاحب کی عمر ۴۶ سال کی تھی اور مولانا شہید کی عمر ۵۳ سال۔

دوشنبہ ۷ جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ، ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی سے مجاہدین کا قافلہ چار سہ



ہشت نگر کو روانہ ہوا اور جمعہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۳۶ھ، ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو سکھوں کے ہاتھ سے سب نے جام شہادت پیا۔

قری حساب سے ۵ سال، ۵ مہینے، ۱۷ دن۔

شمسی حساب سے ۵ سال، ۳ مہینے، ۲۰ دن۔

یہ تحریک چلی۔ مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی میں وہی قدم اٹھایا جو نجدی اٹھا چکا تھا کہ جو شخص اس کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرے وہ قتل کیا جائے اور یہ مسلک اہل اہواہ کا ہے۔

اس تحریک سے اسلامیان ہند کی جمعیت پر آگندہ ہوئی، سکھوں کی قوت میں کمزوری آئی اور فرنگ خدائے اللہ کو فائدہ پہنچا۔ ۱۸۵۷ء میں جب علماء حق نے جہاد کا فتویٰ دیا، پروردگار فرنگ نے اس کی مخالفت کی۔ مولانا محمد حسین لاہوری نے لکھا ہے:

”مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور حکم قرآن

و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کا لانا عام تھے، بعض جو خواص

و علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نا فہم و

بے سمجھ، باخبر و سمجھ دار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتوے پر

جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے انھوں نے خوشی سے

دستخط کئے۔ اس کی تفصیل ہم اشاعت السنۃ نمبر دس جلد آٹھ میں کر چکے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیلؒ جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند

تھے، اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے

تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے

باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے،

کسی کو اونچے اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے، اس کی تفصیل بھی آنر ایبل

سید احمد خان صاحب سی، ایس، آئی کا رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر سے اشاعت السنۃ

نمبر (۱۰) جلد (۸) میں گزر چکی ہے۔“

۱۰ ملاحظہ کریں مولانا محمد حسین لاہوری کا رسالہ ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ حصہ اول، صفحہ ۳۹ و ۵۰۔

راجا غلام محمد نے لکھا ہے:

”مولوی محبوب علی دہلوی نے زمانہ غدر کی لڑائی کی نسبت جس میں بخت خان باغی نے

ان کو شریک کرنا چاہا تھا، جہاد ہونے کا انکار اور مولوی محمد حسین لاہوری بھی اب

نمک بذریعہ پرچہ اشاعت السنۃ جہاد کا نسبت گورنمنٹ ہنر کے انکار کرتے ہیں۔

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، ۱۰ نومبر ۱۸۷۶ء)

(اور) ملاحظہ فرمائے نواب محمد صدیق حسن خان برٹش گورنمنٹ کی کاسہ لیبی کو سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قرار دیتے ہیں اور انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف

علماء خواص اور عوام کو فساد اور عاقبت نااندیش کہتے ہیں، کوئی اُن سے پوچھے کہ

حضرت! آپ کو انگریز کی نمک حلائی کرنی ہے تو کیجئے، حضور سرور کائنات علیہ السلام

والصلوة کا ارشاد آپ نے انگریزوں کی حمایت میں کہاں سے نکال لیا۔

پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ حکومت برٹش

مٹ جاوے اور یہ امن و امان جو آج حاصل ہے، فساد کے پردے میں جہاد کا نام

لے کر اٹھا دیا جائے سخت نادانی و بے وقوفی کی بات ہے، بھلا ان عاقبت نااندیشوں

کا چاہا ہوگا، یا اُس پیغمبر صادق کا فرمایا ہوگا، جس کا کہا ہوا آج ہم آنکھوں سے دیکھ

رہے ہیں اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

ترجمان و ماہیہ از نواب سید محمد صدیق حسن خان مطبوعہ ۱۳۱۲ھ ص ۷

راجا غلام محمدؒ نے مولوی سید نذیر حسین بہاری دہلوی کی سوانح حیات ”الحیاء بعد الممات“

کے صفحہ ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۰ سے انگریزوں کی عنایات کا ذکر کیا ہے جو مولوی صاحب پر کی گئی ہیں۔

مولوی صاحب جب حج کے واسطے روانہ ہوئے، ان کو یہ سرٹیفکیٹ دیا گیا۔

”مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بہت بڑے مقتدر عالم ہیں جنھوں نے نازک وقت

میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے جس کسی برٹش افسر کی

۱۱ ملاحظہ کریں رسالہ امتیاز حق از راجا غلام محمد، صفحہ ۸۲ و ۸۳۔

۱۲ راجا غلام محمد نے ۸ کتابوں سے یہ رسالہ ”امتیاز حق“ مرتب کیا ہے۔ جو بایں تحقیق اس رسالہ کی طرف رجوع کرے۔



وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا، کیوں کہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔

دستخط جے ڈی، ٹریملٹ بنگال سرکس

مکشر دہلی و سپرنٹنڈنٹ، ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء

کتاب ”بیس بڑے مسلمان“ سے پادریوں کی رپورٹ نقل کی جا چکی ہے، اس میں لکھا ہے:

”برصغیر کی تمام حکومتوں کو مقدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے: وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءَ أَفْلًا مَرَدَّدًا وَلَمْ يَلْعَلْ مِنْ دُونِهِ مَنْ

قَالَ ”اور جب چاہے اللہ کسی قوم پر برائی، پھر وہ نہیں پھرتی اور کوئی نہیں اُن کو اُس بن مدگار۔“

نوسو سال سے مملکت اسلامیہ کا جو چراغ اس برصغیر میں جل رہا تھا آپس کے اختلافات اور

غداروں کی وجہ سے ایسا بجھا کہ پھر جل نہ سکا۔ اللَّهُ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔

اب ناظرین مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ دہلوی کا جواب

ملاحظہ کریں۔

### مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ کا جواب

مولانا بدایونی نے اپنے مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ کے جواب کو رسالہ ”تحقیق الحقیقہ“

میں نقل کر دیا ہے اور یہ رسالہ ۱۲۶۷ھ میں بمبئی سے شائع ہوا ہے۔ مولانا قاضی فضل احمد دہلوی

نے اپنی ضخیم کتاب ”انوار آفتاب صداقت“ میں مکتوب و جواب مکتوب کو نقل کر دیا ہے۔ اس

کتاب سے مکتوب و جواب مکتوب نقل کرتا ہوں۔ (از صفحہ ۶۱۷ تا ۶۲۰)

### مولانا فضل رسول کا مکتوب: ”بعد گزارش آداب تسلیمات عرض ہے کہ تقویۃ الایمان

کے مشہور ہونے کے وقت سے لوگوں میں بڑی نزاع ہے۔ مخالفین کہتے ہیں وہ کتاب

مخالف ہے تمام سلف صالح اور سواد اعظم کے اور مخالف مصنف کے خاندان کے

اور اس کتاب کی رو سے اُن کے اُستادوں سے لے کر صحابہ تک کوئی کفر و شرک

۱۰ یہ کتاب ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں میر امیر بخش نے کرمی پریس لاہور میں طبع کی۔

سے نہیں بچتا، اور اُن کے موافق لوگ کہتے ہیں کہ وہ کتاب موافق سلف صالح اور

ان کے خاندان کے ہے، چونکہ اس بات کو جیسا آپ جانتے ہوں گے غالب کہ دوسرا

زہانتا ہوگا، اَهْلُ الْبَيْتِ اَذَى مَا بَيْنِي الْبَيْتِ، اس خیال سے چند باتیں معروض ہیں،

امید ہے کہ جواب باصواب مرحمت ہو۔

پہلا سوال: تقویۃ الایمان آپ کے خاندان کے موافق ہے یا مخالف؟

دوسرا سوال: لوگ کہتے ہیں اس میں انبیا اولیا کے ساتھ بے ادبی کی ہے،

اس کا کیا حال ہے؟

تیسرا سوال: شرعاً اس کے مصنف کا کیا حکم ہے؟

چوتھا سوال: لوگ کہتے ہیں: عرب میں وہابی پیدا ہوا تھا، اس نے نیانہب

بنایا تھا۔ علماء عرب نے اس کی تکفیر کی، تقویۃ الایمان اس کے مطابق ہے؟

پانچواں سوال: وہ کتاب التوحید جب ہندوستان آئی آپ کے حضرت عم بزرگوار

اور حضرت والد نے اُسے دیکھ کر کیا فرمایا تھا؟

چھٹا سوال: مشہور ہے کہ جب اس مذہب کی نئی شہرت ہوئی تو آپ جامع مسجد

میں تشریف لے گئے۔ مولوی رشید الدین خان صاحب وغیرہ تمام اہل علم آپ

کے ساتھ تھے اور مجمع خاص و عام میں مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی علی گئی صاحب

ساکت اور عاجز کیا، اس کا کیا حال ہے؟

ساتواں سوال: اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مرید اُن کے طور پر

تھے یا آپ کے موافق۔

امید ہے کہ جواب ان سب مراتب کا صاف صاف مرحمت ہو کہ سبب ہدایت

ناواقفوں کا ہے۔“

○○○○○○

مولانا مخصوص اللہ کا جواب: ”پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کہ

میں نے اس کا نام ”تَقْوِيَةُ الْاِيْمَان“ ساتھ فا کے رکھا ہے۔ اس کے رد



میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام ”مُعِيدُ الْإِيمَان“ رکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے فائدان کے کیا کہ تمام انبیا اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے، کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھلاتے کو، اپنے راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے۔ اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے، اس میں شرک اور بدعت کے افراد گن کر جو لوگوں کو سکھاتا ہے، کسی رسول نے اور ان کے فلیفہ نے کسی کا نام لے کر شرک یا بدعت لکھا ہو، اگر کہیں ہو تو اس کے پیروں سے کہو کہ ہم کو بھی دکھاؤ۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شرک کے معنی ایسے کہتے ہیں کہ اس کے روئے فرشتے اور رسول خدا کے شریک بنتے ہیں اور خدا شرک کا حکم دینے والا ٹھہرتا ہے اور وہ شریک کہ شرک سے راضی ہو وہ مبغوض خدا کا ہوتا ہے، محبوب کو مبغوض بنانا اور کہوانا، ادب کے یا بے ادبی ہے، اور بدعت کے معنی وہ بتائے اور پھیلانے ہیں کہ اصفیا اولیا بدعتی ٹھہرتے ہیں اور یہ ادب ہے یا بے ادبی ہے۔

تیسرے مطلب کا جواب یہ ہے کہ پہلے دونوں جوابوں سے دیندار اور سمجھنے والے کو ابھی کھل جائے گا کہ جس رسالے سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں بُرائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیا اولیا کے ہو اور وہ گمراہ کرنے والا ہو گیا ہدایت کرنے والا ہوگا۔ میرے نزدیک اس کا رسالہ علمنا مہربائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مُفسِد اور غاوی اور مُغوی ہے۔ حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے فائدان سے دو شخص ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا تھا، اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سے سب چھیں گیا تھا۔ مانند قول مشہور کے ”چوں حفظ مراتب نہ کنی زندیقی“ ایسے ہی ہو گئے۔ چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ وہابی کا رسالہ متن تھا، یہ شخص گویا اسی کی شرح کرنے والا ہو گیا۔

پانچویں بات کا جواب یہ ہے کہ بڑے عزم بزرگوار کہ وہ مبنائی سے معذور ہو گئے تھے،

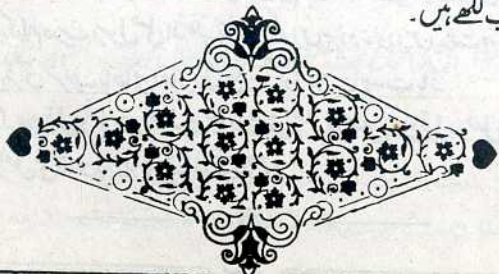
اس کو سنا، یہ فرمایا: ”اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو تھنہ اثنا عشریہ کا سا جواب اس کا رد بھی لکھتا؛ اس کی بخشش وہاب بے منت نے اس بے اعتبار کو کی، شرح کا رد لکھا، متن کا مقصد بھی نابود ہو گیا۔ ہمارے والد ماجد نے اس کو دیکھا نہ تھا، بڑے حضرت کے فرمانے سے کھل گیا کہ جب اس کو گمراہ جان لیا تب اس کا رد لکھنا فرمایا۔ چھٹی تحقیق کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تحقیق اور سچ ہے کہ میں نے مشورت کی راہ سے کہا تھا کہ تم نے سب سے جدا ہو کر تحقیق دین میں کی ہے، وہ لکھو کچھ ظاہر نہ کیا۔ ہماری طرف سے جو سوال ہوئے تھے اس کے جواب میں ہاں جی ہاں جی کر کے مسجور سے چلے گئے۔ ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے، پھر ان کا بھوٹ سن کر کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے اور ہمارے والد کے شاگردوں اور مریدوں میں سے بہت بچے رہے، شاید کوئی نادر پھرا ہو تو مجھے اس کی خبر نہیں۔“

(بلفظ، صفحہ ۲۴) یہ نمبر تحقیق الحقیقہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا مخصوص اللہ فرزند شاہ رفیع الدین رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَأَنزَلَنَا مَنَازِلَ الرِّضَا كَوَاجِرَ مَآءٍ كَثِيرَةٍ عَنَانِيَّتْ كَرَمَ۔ آپ نے تیسرے سوال کے جواب میں کیا خوب تحریر فرمایا ہے: ”میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ بُرائی اور بگاڑ کا ہے۔“

اگر اس رسالے کا صحیح ترجمہ عربی میں کیا جائے اور عرب تمالیک کو بھیجا جائے، بحر نجدیوں کے کوئی اس کی حمایت نہیں کرے گا۔

اب میں ”چہارہ مسائل“ نقل کرتا ہوں، پہلے اصل فارسی، پھر اس کا اردو ترجمہ، ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا رشید الدین خاں نے کیسے اصولی مسائل دریافت فرمائے ہیں اور مولانا اسماعیل نے کیا خوب جواب لکھے ہیں۔





## رسالہ چہارده مسائل

استفتاء مولوی رشید الدین خان از مولوی اسماعیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از علمائے اہل سنت و جماعت ابقا ہم اللہ تعالیٰ استفسار چند مسئلہ می رود :

اول آنکہ دخل عقل فکدر فہم شرعیات باید داد یا ہر چیز از ترجمہ لغت فہم لغت داں در آید محض برہاں اکتفا باید کرد.  
دوم آن کہ راے مؤمنین را در حسن شرعی دخل ہست یا نہ، یعنی بہ اتفاق راے مؤمنین در امرے حسن شرعی  
در اں پیدای شود یا نہ.

سیوم آن کہ اجماع حجت قطعی ہست یا نہ.

چہارم قیاس حجت شرعی ہست یا نہ.

پنجم آن کہ تاویل در کتاب و سنت جائز ہست یا نہ.

ششم آن کہ بوسہ دادن قبور شرک و کفر است یا نہ.

ہفتم آن کہ کسی را کہ بہ بدعت سیدہ فتویٰ دہد ضال و مضل توان گفت یا نہ.

ہشتم آن کہ ثواب عبادت بدیہ مثل قرأت قرآن و صلاۃ و صوم و نفل ہر گاہ کہ بہ نیت میتے خواندہ  
گذرانیدہ شود، بہ اومی رسد یا نہ.

نہم آن کہ ناقل اجماع اگر عالمی معتبر باشد نقل اورا تسلیم باید کرد یا رد.

دہم آن کہ ارواح مفارقتا عند الشرع مدرک و حساس اند یا نہ.

یازدہم آن استحوہ بدعت سیدہ کافر یا مشرک ہست یا نہ.

دوازدهم ان کتابت قرآن در مصاحف بدعت است یا نہ.

سیزدهم آن کہ اعراب قرآن بدعت ہست یا نہ و اگر ہست حدیث است یا سیدہ، و ایں جمع قرآن بہ حکم کدام  
آیت قرآن بود یا بہ کدام حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا بہ حکم ایں ہر دو نہ بود، پس بدعت ہست یا نہ و ہمچنین  
ہر حکمے کہ از نص قرآن شریف یا ظاہر احادیث متین نہ بود بدعت ہست یا نہ.

چہار دہم آن کہ عدم قول و فعل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ہمچنین عدم قول و فعل صحابہ موجب عدم  
جواز آں قول و فعل می شود یا نہ. بَیِّنُوا وَ تَوَحَّوْا.

## جواب

مولوی اسماعیل

جواب از سوال اول آن کہ دخل عقل و فکر در فہم شرعیات ضرور ہست و لہذا قاعدۃ العقل  
مقتدہ علی النقل مثل مشہور است و ظاہر ہست کہ اگر عقل بر نقل مقدم نہ باشد ضبط قواعد را برے  
رفع تعارض از نصوص متعارضۃ الظواہر و تاویل آیات و روایات مجی و اتیان الہی بر طرف سماء دنیا و  
آیات و روایات دیگر کہ مشتمل بر اتصاف اوت تعالیٰ بہ صفات امکانیہ ہست و وجہ نہ خواہد داشت و در  
قرآن جا با ظاہر ترجمہ لغت ہرگز مراد نیست، مثل وَ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی، وَ لَآ اَشْرَکَکَ لِیَحْبَطَنَّ  
عَمَلُکَ. وَ لَآ اَیْمُوْتُ فِیْہَا وَ لَآ یُحْیٰی، وَ مَنْ یَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَاِنَّ جَزَاؤَہُ جَحِیْمٌ خَالِدًا فِیْہَا. اَلَا بِیْ  
اَلرَّحْمٰنِ لَا یَنْبَغُکَ اِلَّا رَاٰیۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَ اَلرَّحْمٰنِ لَا یَنْبَغُکَ اِلَّا رَاٰنِ اَوْ مُشْرِکَۃً وَ حَرَمَ ذٰلِکَ عَلٰی  
اَلْمُؤْمِنِیْنَ، هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّ اَحَدٍ وَ جَعَلَ مِنْہَا رُؤُوسًا لِّیَسْکُنَ اِلَیْہَا فَلَمَّا  
تَغَشَّاهَا حَمَلٌ خَافِیًا فَهَرَّوَتْ بِہِ فَلَمَّا اَنْقَلَتْ دَعَا اللّٰہُ رَبُّہُمَا لَیْنِ اَنْتَیْنَا صَالِحًا لِّتَكُوْنَ  
مِنَ الشَّاکِرِیْنَ فَلَمَّا اَتَاہُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَہُ شُرَکَآءَ فِیْمَا اٰتَاہُمَا فَتَعَالٰی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ،  
وَ غَیْرَہَا مِنَ الْاٰیَاتِ.

جواب از دوم آن کہ راے مؤمنین را کہ در وقت اطلاق افراد کاملہ از اں مرادی شود، در حصول  
حسن شرعی بہ اشیار دخل ہست بہ دلیل قول النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاَہُ الْمُسْلِمُ یَعْمَلُ حَسَنًا  
فَفَوَّعَہُ اللّٰہُ حَسَنًا، پس ہر گاہ کہ راے جم غفیر از علماء با دیانت بر امرے متفق شود، حسن شرعی  
در اں پیدای شود.

جواب از سیوم آن کہ اجماع حجت قطعی است و ادلہ براں در کتب اصولیہ مذکور.

لہ ذکر الحافظ السیوطی فی کتابہ تاریخ الخلفاء القائمین فی اموالدین فی احوال سیدنا ابی بکر الصدیق رضی  
اللہ عنہ فی فصل الأحادیث و الاٰیات الشیوۃ الی خلافہ، اخرج الحکمۃ صَحَّحَہُ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰہُ  
عَنہُ قَالَ مَرَاہُ الْمَسْلُومُونَ حَسَنًا فَوَّعَہُ اللّٰہُ حَسَنًا وَ مَرَاہُ الْمَسْلُومُونَ سَیِّئًا فَوَّعَہُ اللّٰہُ سَیِّئًا ۚ ۲۵.







هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ چہ انما مردود بودن بدعت ثابت می شود کہ تعلق بہ دین نہ داشتہ باشد پس بدعت کہ اصل آن از شرع ثابت باشد مثل اخذ تسبیح و تراویح حسنہ باشد پس حکم کہ از نص صریح قرآن مدین نہ باشد بر دو قسم است: یکے بہ دلیل شرعی دیگر مثل طاع و قیاس ثابت باشد یا اصل شرعی داشتہ باشد آن خود ہرگز بدعت سیدہ نیست بلکہ چون بہ دلیل شرعی و حکم کریمہ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ قواعد استنباط و غیر آن در دین داخل ہست، درستت یا بدعت حسنہ کہ در معنی سنت ہست داخل باشد بلکہ بہ عمل آوردن بعضی بدعات حسنہ فرض کفایہ چنان کہ در کتب بسیار مصرح ہست۔ من جملہ آن "فتح المبین شرح اربعین امام نووی" ہست، از شیخ ابن حجر عسقلانی است کہ دروے در شرح حدیث خاص گفت:

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا أُحْدِثَ وَخَالَفَ كِتَابًا أَوْ أَجْمَاعًا أَوْ أَثَرًا فَهُوَ الْبِدْعَةُ الضَّالَّةُ وَمَا أُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ وَلَمْ يَخْلَفْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ الْبِدْعَةُ الْمَحْمُودَةُ۔  
وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْبِدْعَةَ الْحَسَنَةَ مُتَّفَقٌ عَلَى نَدْبِهَا وَهِيَ مَا وَافَقَ شَيْئًا مِمَّا مَرَّ وَلَمْ يَلْزَمْ مِنْ فِعْلِهِ مَحْذُورٌ وَشَرْعِيٌّ وَمِنْهَا مَا هُوَ فَرَضٌ كَفَايَةً كَتَصْيِيفِ الْعُلُومِ وَنَحْوِهَا فِيمَا مَرَّ۔

وَعَلَى مَا قَالَ الْإِمَامُ أَبُو شَامَةَ شَيْخُ الْمُصَنِّفِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ۔ وَمِنْ أَحْسَنِ مَا ابْتَدَعَ فِي زَمَانِنَا مَا يَفْعَلُ كُلُّ عَامٍ فِي الْيَوْمِ الْمُوَافِقِ لِيَوْمِ مَوْلِدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّدَقَاتِ وَالْمَعْرُوفِ وَالظَّاهِرِ الْبَغْمَةِ وَالشُّرُورِ فَإِنَّ ذَلِكَ مَعَ مَا فِيهِ مِنَ الْإِحْسَانِ إِلَى الْفُقَرَاءِ الْمُشْتَغِرِ مَحَبَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيمِهِ وَجَلَّالَتِهِ فِي قَلْبِ فَاعِلٍ ذَلِكَ وَشَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مَا مَنَّ مِنْ إِيجَادِ رَسُولِهِ الَّذِي أَرْسَلَهُ لِلْعَالَمِينَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِنْتَهَى۔

و قسم دوم آن کہ بہ دلیل از ادلہ شرعیہ ثابت نہ شود و آن را اصل شرعی نہ باشد بدعت سیدہ ہست۔ جواب از چہار دہم آن کہ عدم قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ دلیل عدم جواز نہ می شود چہ برائے حکم سلبی دلیل می باشد عدم علم برائے آن کفایت نہ می کند و ہذا ہر گاہ فعل را آنحضرت بہ عمل نیاوردہ باشد و خلفاء را شدین بہ عمل آوردہ باشند لازم آید کہ جواز و عدم جواز آن فعل، و برین تقدیر بنیاد اجماع و قیاس متہدم شود، چہ احتیاج بہ طرف قیاس و اجماع در امور غیر منصوص می باشد و ہر گاہ امور غیر منصوص در منوعت کردہ آید پس اجماع و قیاس لغو باشد۔

تمام شد جہان چہار دہ مسائل کہ فاضل صاحب مجلہ رشیدیہ فیض صاحب از مولوی اسماعیل استفصار نمودہ بود۔

## چہار دہ مسائل کا آزاد ترجمہ

عمل رسالہ میں جیسا کہ ناظرین کے سامنے ہے پہلے چودہ استفاسات ہیں اور پھر نمبر وار ان کے جوابات ہیں، اس صورت میں استفصار دیکھنے کے لئے ہر بار ورق پلٹنے کی ضرورت پڑتی ہے، چون کہ دوسرے کی تالیف میں تصرف کرنا درست نہیں لہذا اصل کو بچھنہ نقل کر دیا۔ اب ترجمہ میں برائے سہولت ہر سوال کے بعد اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”علمائے اہل سنت و جماعت سے اللہ تعالیٰ ان کو باقی رکھے چند مسئلے دریافت کئے جاتے ہیں۔  
○ پہلا مسئلہ: شرعیات کی تہنک پہنچنے کے لئے عقل و فکر سے بھی کام لیا جائے یا صرف نقل ہے؟  
● جواب: شرعیات کے سمجھنے میں عقل و فکر کا دخل ضروری ہے، اگر عقل کو نقل پر مقدم نہ رکھا جائے تو ان نصوص کے لئے جو بظاہر ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور متشابہ آیات و احادیث کی تاویل کے لئے کوئی صورت اور سبیل نہ ہوگی، جیسا کہ دنیا کے آسمان کو اللہ کے آنے کا بیان حدیث میں ہے اور جیسا کہ آیات مبارکہ اور دوسری روایات سے اللہ تعالیٰ کا امکانی صفات متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بہت سی جگہ لغوی ترجمہ مراد نہیں ہے، جیسی سورۃ الضحیٰ کی آیت ۷ ہے: ”اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ دی۔“ اور سورۃ زمر کی آیت ۶۵ میں ہے: ”اگر تو نے شریک مانا، اکارت جاویں گے تیرے کئے۔“ اور سورۃ طہ کی آیت ۷۷ میں ہے: ”نہ مرے اس میں نہ جیوے۔“ اور سورۃ نسا کی آیت ۹۳ میں ہے: ”اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصد کر کے تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اس میں۔“ اور سورۃ نور کی آیت ۳: ”بدکار مرد نہیں بیا ہتا مگر عورت بدکار یا شریک والی اور بدکار عورت کو بیاہ نہیں لیتا مگر بدکار مرد یا شریک والا اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر۔“ اور سورۃ اعراف کی آیت ۱۸۹ اور ۱۹: ”وہی ہے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا کہ اُس پاس آرام پکڑے پھر جب مردنے عورت کو دھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل، پھر چلی گئی اُس سے پھر جب بوجھل



ہوئی، دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو، اگر تو ہم کو بخشے جنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں، پھر جب دیا ان کو جنگا بھلا، ٹھہرانے لگے اس کے شریک اُس کی بخشی چیزیں، سو اللہ اوپر ہے ان کے شریک بنانے سے۔ اور ان کے علاوہ بہت دوسری آیات ہیں۔

○ دوسرا مسئلہ : ایمان داروں کی رائے کو شرعی حُسن میں دخل ہے یا نہیں، یعنی کسی امر میں ایمان والوں کی اتفاق رائے سے شرعی حُسن اور خوبی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟

● جواب : ایسے مواقع پر جب ایمان والوں کا لفظ بولا جاتا ہے تو اُس سے مراد کامل ایمان والے ہوتے ہیں اور کامل ایمان والوں کی رائے سے شرعی حُسن پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔“ لہذا متدین کی بڑی جماعت جس امر پر متفق ہو جائے، اس میں شرعی حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔

○ تیسرا مسئلہ : اجماع حجت قطعی ہے یا نہیں؟

● جواب : اجماع حجت قطعی ہے، اصول کی کتابوں میں اس کی دلیلیں موجود ہیں۔

○ چوتھا مسئلہ : قیاس شرعی حجت ہے یا نہیں؟

● جواب : چاروں اماموں کے نزدیک قیاس شرعی حجت ہے، اصول کی کتابوں میں کتاب و سنت سے اس کی دلیلیں مذکور ہیں۔

○ پانچواں مسئلہ : کتاب و سنت میں تاویل جائز ہے یا نہیں؟

● جواب : اول میں جو تعارض واقع ہوا ہے یا کتاب و سنت کا ظاہر عقل کے یا مقررات شرعیہ کے خلاف واقع ہوا ہے یا ان دو وجہوں کے سوا اور کوئی وجہ ہو، اس کے رفع کرنے کے لئے کتاب و سنت میں تاویل جائز ہے بلکہ واقع ہے۔

○ چھٹا مسئلہ : قبروں کو بوسہ دینا شرک اور کفر ہے یا نہیں؟

● جواب : قبروں کو بوسہ دینا نہ شرک ہے نہ کفر ہے کیوں کہ اس مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے

لے حافظ سیوطی نے ”تاریخ الخلفاء العالمین“ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال میں اُن آیات احادیث کی فصل میں جن سے حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، بیان کیا ہے کہ حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جس کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک برا ہے۔“ حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

بعض نے اس سے منع کیا ہے اور بعض نے جائز کہا ہے، جس فعل کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہو اس میں شرک کے احتمال کی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص شرک میں اور امر مشروع میں فرق نہ کر سکے کلام اس کے اسلام میں ہے۔ بھلا فقہاء تک بات کیا پہنچے۔

اب جب کہ قبر کو بوسہ دینا اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ثابت ہوا، لہذا اگر کوئی متقی عالم وجہ جواز کو ترجیح دے تو اس کے لئے بوسہ قبر جائز ہے۔ یہی حکم اُن تمام روایات کا ہے جن میں اختلاف موجود ہے۔ جب حقیقت امر یہ ہو تو شرک اور کفر کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اور جو شخص شرک و کفر کا مدعی ہو وہ دلیل پیش کرے لے

○ ساتواں مسئلہ : جو شخص بدعتِ سنیہ (بری بدعت) کا فتویٰ دے، اس کو ضال و مضل (خود گمراہ اور دوسرے کو گمراہ کرنے والا) کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

● جواب : جو شخص بدعتِ سنیہ کا فتویٰ دے وہ ضال و مضل ہے۔

○ آٹھواں مسئلہ : اگر کوئی شخص میت کو ثواب پہنچانے کے لئے بدنی عبادت کرے، جیسے تلاوتِ قرآن مجید یا روزہ رکھنا، نماز پڑھنی، نوافل کا پڑھنا، کیا میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

● جواب : بدنی اعمال مثل تلاوتِ قرآن شریف، نماز، روزہ اور نفل جب کسی میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کئے جائیں تو اُن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، دینی کتابوں میں اس معنی پر آیاتِ دائرہ بہت ہیں، ان میں سے شیخ جلال الدین سیوطی کا وہ بیان ہے جو کہ شرح صدور میں لکھا ہے فرماتے ہیں:

فصل ۷ میت کے لئے قرآن پڑھنے اور قبر پر تلاوت کرنے کے بیان میں

قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچنے میں سلف کا اختلاف ہے، تین اماموں کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے اور قبر پر پڑھنے کی مشروعیت پر ہمارے اصحاب (شوافع) نے اور اُن کے علاوہ دوسروں نے حرم کیا ہے (یعنی جائز ہے)۔

لے واضح رہے دہلی کی جامع مسجد میں علماء کا جب اجتماع ہوا مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ نے مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی سے کہا: تم ہمارے بڑوں اور اُستادوں کو بُرا کہتے ہو، مولانا اسماعیل نے کہا: میں ان کو بُرا نہیں کہتا ہوں۔ مولانا موسیٰ نے کہا: تم ایسے مسائل بیان کرتے ہو جن سے ہمارے اُستادوں کی بُرائی ثابت ہوتی ہے۔ تم قبر کے بوسہ کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر قبر کو بوسہ دیتے تھے۔ مولانا رشید الدین خاں دہاں موجود تھے۔ انھوں نے اسے مستفاد تحریر کر کے ان کے حوالے کیا اور انھوں نے جواب تحریر فرمایا۔



اور مشکلات کی شرح میں ہے: قبروں پر قرآن کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے، یہی صحیح قول ہے۔ ابن ہمام نے اس کا ذکر کیا ہے، اور سراجیہ میں ہے کہ قبر کے پاس قرآن کا پڑھنا ابو صفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے، اور محمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تجنیس میں ہے: اگر نماز پڑھی یا روزہ رکھنا کچھ دیا، یا قربات (نیک کاموں) میں سے کوئی کام کیا تاکہ اس کا ثواب میت کو پہنچے، جائز ہے اور ثواب پہنچے گا ایصال ثواب میں نیت اور عمل کا اعتبار کیا جائے گا۔ نافذ بدنی عبادات کے ثواب منتقل کرنے کا استنباط احادیث کثیرہ سے کیا جاسکتا ہے جیسا کہ دوسرے کی طرف سے حج کے جواز کی حدیث ہے، حج میں بدنیت کا پہلو یا نیت کے پہلو سے غالب ہے اور جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آخرت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی۔

○ نواں مسئلہ: اجماع کا نقل کرنے والا ایک معتبر عالم ہو تو اس کی نقل کا اعتبار کیا جائے یا نہیں؟  
● جواب: اجماع کا نقل کرنے والا اگر ایک معتبر عالم ہے تو اس کی نقل کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح احادیث و آثار اور اخبار میں ایک عادل کی روایت معتبر ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل اصول فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

○ دسواں مسئلہ: آبدان سے جدا ہونے والی روحوں میں شرعاً ادراک اور حش ہوتی ہے یا نہیں؟  
● جواب: جسموں سے جدا ہونے والی روحوں میں شرعاً ادراک اور حش ہوتی ہے۔ امام بیضاوی اپنی تفسیر "انوار النضر" و اسرار التاویل میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۵۴ (اور نہ کہو جو کوئی مارا جاوے اللہ کی راہ میں، مُردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں) کے بیان میں فرماتے ہیں:

”یہ آیت شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ارواح جواہر ہیں اور وہ اپنی ذات سے قائم ہیں جو احساس بدن سے کیا جاتا ہے وہ اُس سے مغایر ہیں، مرنے کے بعد بھی وہ ادراک کرتی ہیں، جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مسلک ہے۔ آیات و سنن میں اسی طرح ہے اور شہداء کا ذکر جو خصوصیت سے کیا گیا ہے تو ان کے تقرب الی اللہ، مزید شادمانی اور کرامت کی بنا ہے۔“

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ میت لوگوں کی باتیں، نائزین کے پیروں کی چاپ اور ان کے جوتوں کی چرچا ہٹ سکتا ہے اور تفلین کرنے کی احادیث اور اموات کو خطاب کرنے کی احادیث کتب صحیحہ میں موجود ہیں۔ اور بذر کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کافروں

سے خطاب کیا (بات کی) تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: آپ ان جسموں سے جن میں جان نہیں ہے کیا فرما رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں ان کی بد نسبت تم زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

یہ روایت اموات کے سننے کے سلسلے میں واضح دلیل ہے۔

○ گیارہواں مسئلہ: بدعتِ سیدہ (بری بدعت) کو اچھا سمجھنے والا کافر و مشرک ہے یا نہیں؟  
● جواب: اگر بری بدعت کو اچھا سمجھنے والا، فہم کی خرابی کی وجہ سے اُس برائی کو نہیں سمجھ سکا ہے جو اُس میں ہے یا اُس کو کوئی شبہ ہو گیا ہے جس کی بنا پر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا ہے تو وہ کافر نہیں ہے اور اگر وہ شریعت کی مخالفت اور عناد کی بنا پر اس بری بدعت کو اچھا سمجھ رہا ہے تو وہ کافر ہے۔

○ بارہواں مسئلہ: مصاحف میں کلامِ الہی کا لکھنا بدعت ہے یا نہیں؟

● جواب: مصاحف میں کلامِ الہی کا لکھنا اس اعتبار سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نہ تھا بدعت ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ فعل خلفائے راشدین کی سنت اور ان کا طریقہ ہے، سنت ہے کیوں کہ خلفائے راشدین کی سنت کو بھی سنت کہتے ہیں۔

○ تیرہواں مسئلہ: قرآن مجید میں حرکات کا لگانا بدعت ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو اچھی ہے یا بری؟ اور قرآن مجید کا جمع کرنا کس حکم سے ہوا، آیا قرآنی آیت کا حکم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، یا ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے، لہذا بدعت ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہر وہ حکم جو قرآن مجید کے نص سے یا حدیث متین کے ظاہر سے نہ ہو۔ بدعت ہے یا نہیں؟

● جواب: قرآن مجید میں حرکات کا لگانا اچھی بدعت ہے کیوں کہ عجمیوں کا قرآن مجید صحیح پڑھنا بلکہ اس زمانے کے عربوں کی صحتِ قرات کا مدار ان ہی حرکات پر ہے۔ اور قرآن مجید کا جمع کرنا نہ کسی آیت کے حکم سے ہے اور نہ کسی محکم حدیث کی وجہ سے ہے اور اس لحاظ سے قرآن مجید کا جمع کرنا بدعت ہے۔ اور وہ بدعتِ حسنہ ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے قرآن مجید غلطیوں سے اور ضائع ہونے سے محفوظ ہو گیا ہے۔



اور بعض بدعتوں کے حسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور اس کا اثبات بہت سی حدیثوں سے کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ وارد ہے: ”جو اچھا طریقہ رائج کرے گا اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس شخص کا اجر ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔“ اور وہ بدعت ہے جو مردود ہے، وہ بدعت مفید ضلالت سے ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: ”جس نے گمراہی کی بدعت نکالی کہ جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند نہیں کرتا“ (تا آخر حدیث) اور حدیث میں وارد ہے: ”جو ہمارے اس امر میں ایسی بدعت نکالے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ رذہ ہے۔“ اس حدیث سے اس بدعت کا مردود ہونا ثابت ہوا جس کا دین بے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور وہ بدعت جس کی اصل شرع سے ثابت ہو وہ بدعت حسنہ ہے جیسے تسبیح اور تراویح (تسبیح سے مراد وہ تسبیح ہے جو برائے شمار استعمال کی جاتی ہے) جو حکم قرآن یا حدیث کی صریح نص سے نہ ہو، وہ دو قسم پر ہے: ایک قسم وہ ہے جس کا اثبات کسی دوسری شرعی دلیل سے ہوتا ہو، مثلاً اجماع سے یا قیاس سے۔ اور اس کی کوئی شرعی اصل ہو، لہذا وہ ہرگز بدعت سیئہ نہیں ہے، کیوں کہ ہر وہ کسی شرعی دلیل ہونے کے اور یہ وجہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا) کے استنباط کے قواعد اور ان کے علاوہ جو ہیں وہ سب دین میں داخل ہیں اور یہ سب سنت میں یا بدعت حسنہ میں جو کہ سنت کے معنی میں ہے، داخل ہیں بلکہ بعض اچھی بدعتیں فرض کفایہ ہیں، جیسا کہ کتابوں میں خوب ان کا بیان ہے (مثلاً علوم کا ضبط کرنا اور ان کو لکھنا)۔

ان کتابوں میں سے ایک کتاب امام نووی کی اربعین کی شرح ہے، اس کا نام ”فتح المبین“ ہے، یہ شرح شیخ ابن حجر ہیتمی نے لکھی ہے، وہ پانچویں حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: جو نیا فعل کیا جائے اور وہ کتاب (قرآن مجید) یا سنت یا اجماع یا اثر کے خلاف ہو، وہ بدعت ضالہ ہے (گمراہ کرنے والی بدعت) اور جو فعل بھلائی کا نیا کیا جائے اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو وہ بدعت محمودہ ہے (تعریف کی گئی بدعت ہے یعنی اچھی بدعت ہے) اور اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اچھی بدعت مستحب ہے اور اچھی بدعت وہ ہے جو ان میں سے (کتاب، سنت، اجماع، اثر میں سے) کسی سے موافق ہو اور اس کے کرنے سے محذور شرعی کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، ان میں سے بعض فرض کفایہ ہیں،

جیسے علوم کی تصنیفات ہیں اس کی طرح اور امور ہیں۔

امام ابو شامہ جو کہ مصنف کے (ابن حجر ہیتمی کے) شیخ ہیں کہتے ہیں:

ہمارے زمانے کی اچھی بدعتوں میں سے یہ بدعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موافق دن میں صدقات اور عمدہ کام اور نعمت کا اظہار اور شادمانی کی جاتی ہے۔ ان امور سے اور فقاہ و مساکین کے ساتھ نیکیاں کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم اور بھائی کا پتہ چلتا ہے جو ان نیکیوں کے کرنے والے کے دل میں ہے اور ان امور کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے تمام عالمیان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں اور سلام ان پر نازل کرے۔ انتہی۔

دوسری قسم وہ ہے جو شرعی دلیلوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو۔ یہ قسم بدعت سیئہ ہے یعنی بُری بدعت ہے۔

○ پوچھو اس مسئلہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کا نہ ہونا اور اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کا نہ ہونا، کسی قول یا فعل کے لئے عدم جواز کا سبب ہوتا ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول اور فعل کا نہ ہونا، کسی قول اور فعل کے لئے عدم جواز کی دلیل نہیں، سببی حکم کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، علم کا نہ ہونا کفایت نہیں کرتا۔

البتہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فعل نہیں کیا ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے وہ فعل کیا ہو تو اس صورت میں جواز اور عدم جواز لازم آتا ہے اور اس تقدیر میں اجماع اور قیاس کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے، کیوں کہ قیاس اور اجماع کی ضرورت غیر منصوص امور میں ہوا کرتی ہے اور جب ممنوعات میں امور منصوصہ کو لایا جائے تو اجماع اور قیاس لغو ہو جاتا ہے۔“

چودہ مسئلے تمام ہوئے جو خاں صاحب مولوی رشید الدین خاں صاحب نے مولوی اسماعیل سے دریافت کئے تھے۔



## مراجعات کتاب "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان"

نام کتاب و مؤلف و مطبعہ

نمبر شمار

- ۱ موضع قرآن : با محاورہ اردو ترجمہ کلام پاک از شاہ عبدالقادر
- ۲ جامع البیان فی تفسیر القرآن : از امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، مطبوعہ مبینہ مصر ۱۳۲۱ھ
- ۳ الجامع لاحکام القرآن : از امام ابو عبد اللہ محمد انصاری قرطبی، مطبوعہ دار الکتب مصر ۱۳۸۴ھ
- ۴ تفسیر الکشاف : از فخر خوارزم بار اللہ محمود بن عمر نخعشری، مطبوعہ مبینہ مصر ۱۳۲۳ھ
- ۵ تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل : از قاضی ناصر الدین ابوالسعید بن یسوی، مطبوعہ مجتبیائی دہلی ۱۳۲۶ھ
- ۶ تفسیر القرآن العظیم : از عماد الدین ابوالفدا اسماعیل بن کثیر، مطبع کبری مصر ۱۳۵۶ھ
- ۷ تفسیر روح المعانی : از ابو عبد اللہ شہاب الدین السید محمود اکوی بغدادی، میریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ
- ۸ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور : از امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، مبینہ مصر ۱۳۱۲ھ
- ۹ فتح البیان فی مقاصد القرآن : از سید صدیق حسن خاں، میریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ
- ۱۰ تفسیر عزیزی : از شاہ عبدالعزیز، مطبع حیدری بمبئی
- ۱۱ تفسیر مظہری : از قاضی شہداء اللہ پانی پتی، ندوۃ المصنفین دہلی
- ۱۲ صحیح بخاری : مطبوعہ مولانا احمد علی سہارنپوری در مطبع محمدی قدیم یہ ٹو ۱۲۸۲ھ
- ۱۳ مستدرک : از حاکم ابو عبد اللہ محمد نساپوری، دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۳۳۳ھ
- ۱۴ عیون الاثر : از حافظ فتح الدین ابوالفتح محمد معروف بہ ابن سید الناس، مکتبہ قدسیہ مصر ۱۳۵۶ھ
- ۱۵ حصن حصین : از حافظ محمد ابن الجوزی، مجتبیائی دہلی ۱۳۳۱ھ
- ۱۶ وفاء الوفاہ باخبار دارالمصطفیٰ : از ابوالحسن علی نور الدین سمہودی، مؤیدہ مصر ۱۳۳۶ھ
- ۱۷ ظفر الجلیل : از تھذیب قطب الدین خاں رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۸ شفاء السقام : از امام تقی الدین سبکی، ایشق استانبول ۱۳۹۶ھ
- ۱۹ تطہیر الفواد عن دس الاعتقاد : از علامہ محمد نجیب طبعی، ایشق استانبول ۱۳۹۶ھ
- ۲۰ جلاء القلوب و کشف الکروب : از علامہ عبدالعزیز القاری، استانبول ۱۲۹۸ھ
- ۲۱ فیض الباری : از مولانا بدر عالم، خضر راہ بکسر دیوبند ۱۹۸۰ء
- ۲۲ انوار الباری : از مولانا سید احمد بجنوری، مکتبہ ناشر العلوم، بجنور
- ۲۳ کتاب الاذکار : از امام حمی الدین نووی، مطبع خیرہ مصر ۱۳۲۳ھ
- ۲۴ الدر المنظم فی بیان حکم مولانا النبی الاعظم : از مولانا عبد الحق الابدائی ہاجر، محمود المطابع دہلی ۱۳۰۷ھ

نام کتاب و مؤلف و مطبعہ

نمبر شمار

- ۲۵ فتح القدیر : از امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف بہ ابن ہمام، مکتبہ تجاریہ مصر ۱۳۵۶ھ
- ۲۶ فتاویٰ عالمگیری : مطبع مبینہ مصر ۱۳۲۳ھ
- ۲۷ رد المحتار : از شیخ محمد امین مشہور بہ ابن عابدین، مطبعۃ العامرہ ۱۲۸۶ھ
- ۲۸ کتاب الفقہ علی المذہب الاربعۃ قسم العبادات : دار الکتب المصریہ ۱۳۲۹ھ
- ۲۹ اصول الفقہ : از شیخ محمد انصاری بک، المکتبۃ التجاریہ ۱۳۸۹ھ
- ۳۰ تحقیق الفتویٰ بابطال الطغویٰ : از علامہ فضل حق خیر آبادی، سرگودھا پاکستان ۱۳۹۹ھ
- ۳۱ رسالہ چہارہ مسائل (قلمی) محفوظ در کتب خانہ عاجز
- ۳۲ مقالہ شیخ یوسف دیبجو : از محلہ ازہر نور الاسلام جلا
- ۳۳ عوارف المعارف : از شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، محررہ ۱۰۶۲ھ
- ۳۴ الاصابۃ فی تمییز الصحابہ : از ابن حجر عسقلانی، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۳ء
- ۳۵ تاریخ الأمم والملوک : از امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، الاستقامہ مصر ۱۳۵۸ھ
- ۳۶ تاریخ الخلفاء : از جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، حلبی مصر ۱۳۰۵ھ
- ۳۷ تاریخ الأئمہ : از میر محبوب علی، قلمی محررہ ۱۲۵۱ھ
- ۳۸ شذرات الذہب : از ابوالفلاح عبدالحی ابن العاد، مکتبہ تجاریہ کبری بیروت
- ۳۹ ابجد العلوم : از سید صدیق حسن خاں، مطبع صدیقیہ بھوپال ۱۲۹۵ھ
- ۴۰ سید احمد شہید : از غلام رسول مہر، کتاب منزل، لاہور ۱۹۵۳ء
- ۴۱ سیرت سید احمد شہید : از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات لکھنؤ ۱۳۹۷ھ
- ۴۲ نزہۃ الخواطر : از مولانا سید عبدالحی، مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن ۱۳۸۲ھ
- ۴۳ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان : از مولانا حکیم محمد ابراہیم کاکا، لاہور ۱۹۷۶ء
- ۴۴ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون : برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۷۵ء
- ۴۵ علامہ فضل حق خیر آبادی : قلمی، حیدر آباد دکن
- ۴۶ تاریخ تاولیان : از سید مراد علی، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۵ھ
- ۴۷ تذکرہ حضرت شاہ اسماعیل شہید : از مولانا نسیم احمد فریدی، الفرقان لکھنؤ ۱۹۷۷ء
- ۴۸ شاہ اسماعیل شہید : از مولانا محمد منظور نعمانی، الفرقان لکھنؤ
- ۴۹ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک یعنی حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ
- ۵۰ مجاہد ملت کا حرف حقانیت : از مولانا محمد عاشق الرحمن، مکتبہ الحبیب الابداد ۱۳۰۱ھ



- ۵۱ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک : از مسعود عالم ندوی، مکتبہ اسلامی دہلی
- ۵۲ تذکرۃ النخیل : از مولانا عاشق الہی، اشاعت العلوم، سہارنپور ۱۳۹۵ھ
- ۵۳ بیس بڑے مسلمان : مکتبہ رشیدیہ، لاہور ۱۹۷۰ء
- ۵۴ توارخ عجیبہ : از جعفر تھانیسری
- ۵۵ ارواح ثلاثہ : امداد الغریب، سہارنپور ۱۳۷۰ء
- ۵۶ رسالہ ردّ روافض : از حضرت مجدد قدس سرہ (قلمی)
- ۵۷ التوسل : از مفتی عبدالقیوم قادری ہزاروی، مکتبہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۳۹۹ھ
- ۵۸ خلاصہ ترجمہ شرح الصدور : از شاہ مخلص الرحمن جہانگیر شاہ اسلام آبادی، کالی مسجد دہلی ۱۳۶۸ھ
- ۵۹ التصواعق الإلہیہ : از علامہ سلیمان نجدی، الیشیق استانبول ۱۳۹۵ھ
- ۶۰ التوسل بالنبی و جملۃ الوہابیین : علامہ ابو حامد بن مرزوق، الیشیق استانبول ۱۳۰۶ھ
- ۶۱ سیف الجبار : از مولانا فضل رسول بدایونی، آگرہ ۱۲۹۳ھ
- ۶۲ انوار آفتاب صداقت : از قاضی فضل احمد لدھیانوی، کشمیری بازار لاہور ۳۸
- ۶۳ دُیائے اسلام کے اسباب زوال : حسنین رضا، لاہور ۱۳۹۹ھ
- ۶۴ امتیاز حق : از راجا غلام محمد، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ
- ۶۵ الاقتصاد فی مسائل الجہاد : از مولانا ابوسعید محمد حسین لاہوری، وکٹوریہ پریس
- ۶۶ انتباه المؤمنین
- ۶۷ التحقيق المجہد : از مولانا حکیم عبدالشکور مرزا پوری، مجیدی کانپور ۱۹۳۱ء
- ۶۸ رسالہ عبداللہ پیر محمد بن عبدالوہاب (قلمی)
- ۶۹ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب : از فاضل محی الدین احمد
- ۷۰ سوانح احمدی : از جعفر تھانیسری
- ۷۱ کالاپانی — یعنی توارخ عجیب { نفیس اکاڈمی کراچی ۱۹۶۹ء
- ۷۲ مکتوبات سید احمد شہید
- ۷۳ ہندوستانی مسلم سیاست پر ایک نظر : از ڈاکٹر محمد اشرف، مطبوعہ کوہ نور پریس دہلی ۱۹۶۳ء
- ۷۴ بیان اللسان : از مولانا قاضی زین العابدین سجاد، مکتبہ علمیہ میرٹھ ۱۹۶۳ء
- ۷۵ مختار الصحاح : از امام محمد بن ابی بکر الرازی، مطبوعہ وزارت المعارف مصریہ، مطبعہ میرٹھ ۱۳۳۰ھ

## جسٹین ولادت باسعادت کے متعلق

### شرعی فیصلہ

از شیخ الطریق حضرت علامہ الحاج شاہ ابوالحسن زید صاحب فاروقی مدظلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ:

”آنحضرت سردارِ دو عالم شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین سیدنا و سیدنا ولادتی آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو کچھ لوگ خوشی کا اظہار کے لئے جلوس نکالتے ہیں جس میں نعتیہ کلام اور مناجات پڑھتے ہوئے جلوس کے ساتھ چلتے ہیں اور کچھ لوگ عربی لباس میں اونٹوں پر اور کچھ گھوڑوں پر چلتے ہیں اور منتظمین مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ آج کے دن خوشی کا اظہار کریں اور چراغاں کریں اور غرباء کو صدقات تقسیم کریں۔ اس مسئلہ میں جناب کیا فرماتے ہیں۔ کیا یہ خلاف شرع امر ہے یا بدعت ہے اور اگر بدعت ہے تو بدعت حسنہ یا غیر حسنہ، اور کیا اس سے بوجہ شرکت کوئی گناہ لازم آتا ہے اور کیا ہمارے ائمہ نے اس امر سے منع فرمایا ہے؟“

براہِ کرم جواب فقہیہ احادیث شریف کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔  
مسائلین: سید ارشد علی، زبیر احمد، حاجی سعید، سید اشتیاق علی، محبوب شاہ، شریف یاش والے، طاہر الحسن شاہ قرالدین، اکرم قادری، مرزا عثمان آزاد، حکیم ابوالفتح، سید امتیاز علی، مولانا نواب الدین۔

۳ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۷۸ء ہفتہ

## الجواب واللہ الہادی للصواب

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مبارک دن اللہ تعالیٰ کے کمالات کے اظہار کا عظیم دن ہے۔ مسلمانوں کو جو بھی سعادت دینی یا دنیوی ملی ہے وہ اسی دن کے طفیل ملی ہے۔ یہ مبارک دن تمام عالم اسلام کے واسطے مسرت اور شادمانی و خوشی کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ (ترجمہ) ”ایمان والوں پر اللہ نے احسان کیا کہ انہی میں کا رسول ان میں بھیجا“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ يَفْضِلُ اللَّهُ وَرَحْمَتِهِ فَيُذِلُّكَ فَاقْبَلْهُنَّ حُجًّا (ترجمہ) ”اے حبیب کہہ دو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ان کو جو چاہتے خوشی منائیں“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا اللہ کا فضل و رحمت ہیں۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے فضل و رحمت



پر خوشی کے اظہار کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اس مبارک دن میں اپنی خوشی کا اظہار کریں۔ اظہارِ مسرت کے واسطے ہر اُس طریقے کو کہ اس میں شرعی قباحت نہ ہو، استعمال کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”دنوی کاموں کو تم خوب جانتے ہو۔ لہذا اس سلسلے میں علماء سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اتنا خیال رہے کہ غیر شرعی کام ہرگز شامل نہ ہوں مثلاً طواف کا ناچ یا شراب پینی پلانی۔

ایسے مُباح کاموں میں شرعی بدعت اور غیر بدعت اور ثواب و عذاب کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کوئی بچے کو گھوڑے پر سوار کر کے کھاتا ہے، کوئی دو لہا کو بھی ہوئی موٹر میں پھرا تا ہے، کوئی پھول بچھا کر کرتا ہے، کوئی روپیہ لٹاتا ہے اور اس میں قباحت نہیں اگر اسراف کا پہلو نہ نکلے ایسے مقام میں بدعت اور غیر بدعت کی بحث بیکار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک انصاریہ لڑکی تھی، انھوں نے اس کا نکاح اس کے کسی رشتے دار سے کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا لڑکی کو بھیج دیا؟ جب جواب میں ”ہاں“ کہا گیا، آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے کسی گانے والے کو ساتھ بھیجا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب ”نہیں“ کہا۔ آپ نے ارشاد کیا: انصار کی برادری غزل پسند کرتی ہے۔ اگر تم لڑکی کے ساتھ کسی کو بھیج دیتیں کہ وہ اَتَيْنَاكُمْ وَحَيَاتَنَا وَحَيَاتُكُمْ پڑھتا ساتھ جاتا۔ ازہد شکات

یہ امر مباح تھا اور اہل مدینہ میں اس کا رواج تھا اور خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا۔ ثواب و عذاب سے بحث نہیں فرمائی۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جشنِ ولادت کے مبارک موقع پر اتنا خیال ضرور رہے کہ مسرت اور شادمانی کی تقریب اس مبارک ذات کی ہے جس کے ذکر کو رب العزت نے رفعت دی ہے۔ وہ فرماتا ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ترجمہ ”اے حبیب تیرا ذکر اونچا کیا۔“ کیا انبیاء اور کئی فرشتے سب میں آپ کا نام بلند ہے، سب سے آپ کا ذکر ارفع ہے۔ اس مبارک جشن کے منتظمین کو چاہئے کہ اس رفعتِ ذکر کی جھلک ان کے کردار میں پائی جائے۔ کسی کی زبان پر دردِ شریف جاری رہے، کوئی اپنی آنکھوں سے عقیدت و محبت کے موقی برسانے۔

اے نیک۔ بخواتم کو توفیق دے کہ تم اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو خوب رفعت دو، آپ کی ولادت با سعادت کا دل کھول کر چہچہا کرو اور اس بات کی کوشش کرو کہ اس مبارک دن کی خوشی میں ہماری حکومت بھی شریک ہو اور وہ اس دن کو تمام ہندوستان میں خوشی کا دن تسلیم کر کے چھٹی کا اعلان کر دے۔

زید ابوالحسن فاروقی

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی۔

دوشنبہ ۱۳ فروری ۱۹۷۸ء



جهان اولیاء

خزینہ نعت

مسر الاسرار

تحفۃ القادریہ

انیس  
الطالین

حلاق شش

فیض نعت یونانی

تفريح لطيف  
قیامیہ الشیخ عبدالقادر

مذکر  
مجددین اسلام

مجموعات رسول کریم

سیرت  
خطبات نبوی عظیم

شان حبیب المصنم  
روایات المسلم

مولانا نورانی سحر  
بارہ تفسیریں

عظیم ہفت روزہ

عظیم شمس العلماء

مؤلفہ ذی طراقت  
پیش کشی مولانا عبدالقادر

انوار اشرق معانی

جهان کتب سنیہ

مقالہ  
مجددین

قادر رضوی کتب خانہ

فتح العجب

کتاب جانتی

گنج سخن روزنامہ لاہور

چیز نادر و نایاب  
سیرت نبوی عظیم  
جهان نبویہ  
خطبات الہیہ  
انیس طالین  
بنگ  
شان رسول  
خطبات مجدیہ  
خطبات نورانی  
نورانی حکایات  
شان حبیب الہدی  
رسالہ خلافت شریف